تعمیرِ حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

ملک کی طاقت کا حقیقی سرچشمہ

ملک کی طاقت کا حقیقی سرچشمہ اور جینے اور پھلنے پھولنے کے لئے اس کا سب سے بڑا سہارا ایسے حق گو اور بے لاگ انسانوں کا وجود ہے جو بڑے سے بڑے نازک اور جذباتی موقع پر ظلم کو ظلم، ناانصافی کو ناانصافی اور غلطی کو غلطی کہہ سکتے ہیں اگر آپ واقعی کسی قوم کی بیداری اور اسکی زندگی کی صلاحیتوں کو جانچنا چاہتے ہیں اور یہ اندازہ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ قوم یا ملک انسانیت اور اخلاق اور علم وفن کی امانت کی حفاظت کی کہاں تک اہل ہے۔ تو یہ دیکھئے کہ اس میں کتنے ایسے افراد پائے جاتے ہیں جو تنقید کے موقع پر اپنے پرائے کی تمیز نہ کرتے ہوں، جو صریح غلطی کے موقع پر بڑی سے بڑی اکثریت اور بڑی سے بڑی طاقتور حکومت کو برملا ٹوک دیتے ہوں، جو مظلوموں اور کمزوروں کے لئے سینہ سپر بن جاتے ہوں اور بگڑے ہوئے حالات میں عیش کے ایوانوں کو چھوڑ کر دیوانوں کی طرح پھرنے لگتے ہوں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرتے ہوں، جن کو آئندہ کے فوائد اور وقت کے مصالح سچی بات کہنے سے باز نہ رکھتے ہوں جو حق کی حمایت اور اعلان میں اپنی قوم کا معتوب بننے کو اپنی قوم کا محبوب بننے پر ہزار بار ترجیح دیتے ہوں، جب سارے ملک میں زیادتی، حق تلفی، جانب داری اور مصلحت پرستی کی ہوا چل رہی ہو، تو وہ اپنا کھانا پینا بھول جائیں اور حالات کو درست کرنے کیلئے کوئی کوشش اٹھا نہ رکھیں، جو وقت کے مسئلہ کے سامنے تمام مسائل کو بالائے طاق رکھ دیں، ہر طرح کے اختلافات کو بھلا دیں۔ بلا تمیز قومیت وملت انسانی جان وآبرو کی حفاظت کیلئے جان کی بازی لگا دیں، اگر ایسے افراد اس قوم کی تعداد کے مناسب اور ضرورت کے مطابق پائے جاتے ہیں تو اس قوم اور اس کے مستقبل کی طرف سے مایوس وہراساں ہونے کی ضرورت نہیں۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

فی شمارہ ۶/روپے

سالانہ ۱۳۰/روپے

۱۰/جون ۲۰۰۱ء

Regd. No.LW/ NP/ 63

FORTNIGTLY

R.N.I.No- UP URD 03615/24/1/2000-Tc

Fax No. 0522- 787310

Office Ph. No-787250 (Ext) 18

Guest House 323864

TAMEER-E-HAYAT

NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226007 (India) Rs.6/- Vol.I No.1

ھو الشافی

روز آنہ سپر جاپانی کمپیوٹر

کے ذریعے آنکھوں کی جانچ، پاور ودھوپ

کے فینسی چشموں کا ایک خاص مرکز

ایک بار خدمت کا موقع دیں

AUTO REFRCCTO METER AR-660

فوٹو کرامک ☆ کوٹیڈ لینس ☆ ہائی انڈیکس ریزی لینس

فینسی پاور ودھوپ کے چشموں کا وسیع اسٹاک موجود ہے

چشمہ گھر

مہاجنی ٹولہ ڈاکخانہ روڈ، سرائے میر اعظم گڑھ

60082 آپٹیشن ایچ، رحمن

Ph.No 260433 - 242946

آپ کی خدمت میں جدید دلکش سونے چاندی کے زیورات کے لئے

ہمارا نیا شوروم

گھنہ پیلس

حاجی عبدالروف خاں، حاجی محمد فہیم خاں محمد معروف خاں

ایک منارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

ھردینا

گردہ کی پتھری کے لئے

آپریشن کی ضرورت نہیں

HARDINA

HASANI PHARMACY

حسنی فارمیسی کی ایجنسی کے لئے رابطہ قائم کریں

AFZALS کیپ کے اوپر MAU CITY دیکھ کر خریدیئے

MAU CITY AFZALS

مئو کا بنا

نورانی تیل

انڈین کیمیکل کمپنی، مئوناتھ بھنجن (یو۔پی)

چشمہ ساگر

جاپانی کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ ہوتی ہے

AUTO REFRCCTO METER AR-860

فوٹو کرامک ☆ کوٹیڈ لینس ☆ ہائی انڈیکس ریزی لینس

فینسی پاور ودھوپ کے چشموں کا خاص مقام

ایک بار خدمت کا موقع دیں

آپٹیشن اے۔ رحمن (علیگ)

گھنٹی کی مورتی کے نزدیک، مہتہ گنج، اعظم گڑھ

Printed And Published by *Athar Husain* on behalf of Majlis Sahafat- Wa- Nashriat, Nadwatul Ulama at Parekh offset Press, Tagore Marg, Lucknow - U. P.

Editor : *Shamsul Haq Nadwi*

پوری زندگی عبادت ہے

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۝ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ۝

(سورۃ الانعام: ۱۶۲-۱۶۳)

اے محمدؐ! یہ بھی) کہدو کہ میری نماز اور میری عبادت، میری قربانی، اور میرا جینا اور میرا مرنا سب خدائے رب العالمین ہی کے لئے ہے، جس (کا کوئی شریک نہیں، اور مجھ کو اسی بات کا حکم ملا ہے، اور میں سب سے اول فرماں بردار ہوں۔

اول تو عبادت کا مفہوم سمجھ لیں۔ عبادت کا مفہوم کیا ہے؟ عبادت کا مفہوم ہے کسی کام کو اللہ کی خوشی کے لئے، اللہ کے حکم کے مطابق، اجر وثواب کی لالچ میں کرنا، ہر وہ عمل جو اللہ کی خوشی کے لئے ...... اور اتنا ہی کافی نہیں بلکہ اللہ کے حکم کے اور شریعت کی تعلیم کے مطابق، اور اگر اس میں کوئی سنت ثابت ہے تو اس سنت کے مطابق اس کو ادا کرنا، اجر وثواب کی امید پر، اور اس پر جو وعدے ہیں، ان پر یقین کے ساتھ انجام دینا عبادت ہے، اور یہ بات ہر عادت کو عبادت بنا دیتی ہے، اور یہ روح نکل جائے تو ہر عبادت خالی عادت، اور محض رسم، اور نفس کی پیروی رہ جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ایک جامع چیز ارشاد فرماتا ہے کہ:

"کہہ دیجئے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ بے شک میری نماز، میری عبادت، میری قربانی، میرا جینا، میرا مرنا، سب اللہ کے لئے ہے جو رب العالمین ہے۔"

پہلے مذاہب کی تقسیم یہ تھی۔ (اللہ کی طرف سے تو نہ تھی) کہ مذاہب والوں نے اپنے انحطاط وتنزل اور انحراف کے زمانہ میں، جب مذاہب میں تحریف ہوئی اور خارجی اثرات غالب آگئے وہ ماحول جن قوموں سے یہ منتقل ہو کر آئے تھے جنھوں نے اس دین کو قبول کیا تھا، ان کی تہذیب کی صنمیات، جس کو دیو مالا کہتے ہیں (Athology) اور نسلی اثرات مذہب پر غالب آئے تو انھوں نے مذہب میں یہ تقسیم کی، کہ عبادت تو اللہ کے لئے اور باقی زندگی آزاد، اس میں جیسی مصلحت ہو ویسا کیا جائے گا، جیسا قانون ہو اس پر چلا جائے گا، اور اس میں ہم آزاد رہیں گے، اور اس میں ہماری نیت کوئی اللہ کو راضی اور خوش کرنے کی نہیں ہے، بلکہ ضرورت پورا کرنے کی ہے۔

یہاں تک کہ پھر یہ تقسیم ہوئی (جس کو مسیحی تاریخ کا یہ پرانا فقرہ ادا کرتا ہے) کہ جو اللہ کا ہے وہ اللہ کو دے دو، اور جو قیصر کا ہے وہ قیصر کو دے دو، انھوں نے مذہب میں (گویا) رسمی تقسیم کی۔ اور ظاہر ہے کہ "تِلْکَ اِذًا قِسْمَۃٌ ضِیْزٰی" کہ جب ایسی تقسیم ہوگی تو اللہ کا حصہ کم نکلے گا، قیصر کا حصہ زیادہ نکلے گا، اس لئے کہ اس سے واسطہ ظاہری طور پر پڑتا ہے، اور اس کا ڈر بھی رہتا ہے، معرفت صحیح نہ ہونے کی بنا پر، اور اس کے جو مظاہر ہیں، طاقت کے، اور سلطنت کے، وہ سامنے ہوتے ہیں، اور اس کو راضی رکھنے میں فائدہ بھی زیادہ محسوس ہوتا ہے مادی نگاہوں سے۔

نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ خاص طور سے عیسائیت (جو اسلام سے پہلے کا سب سے آخری دین ہے وہ) عقائد وعبادات کے بہت تھوڑے سے حصہ میں محدود ہو کر رہ گئی، اور ساری زندگی۔ وہ دنیا داری بن گئی، مادہ پرستی کی، دولت پرستی کی، طاقت پرستی کی زندگی ہو کر رہ گئی۔ اور عیسائی بالکل اپنے معاشرہ میں، اپنے حدود عیسائیت میں (وہاں مذہب تو عیسائی تھا مگر وہ) شتر بے مہار ہو کر رہ گئے، جس میں فائدہ دیکھتے چار پیسے کا وہ کرتے چاہے مذہب کے بالکل خلاف ہو، مذہب ایک نقطہ بن گیا، سمٹتا سمٹتا جیسے صفحہ پر ایک نقطہ ہو، وہ نقطہ بن کر رہ گیا، چرچ میں جائیں تو وہ عیسائی تھے، اور چرچ میں جائیں تو صرف اتوار کے دن، اور کتنی دیر کے لئے جائیں؟ اور وہاں بھی رسوم زیادہ تر ہوتیں، یوں کرو، اس طرح بیٹھو، اس طرح اقرار کرو گناہوں کا، پادریوں کے سامنے اس طرح بیٹھو، اور گانا بجانا بھی ہو رہا ہے، کچھ پڑھا جا رہا ہے، بس۔ اور اس کے بعد وہ بالکل آزاد......!

(بقیہ ص ۳۰ پر)

پندرہ روزہ

تعمیر حیات

لکھنؤ

مجلس صحافت ونشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء

جلد نمبر ۳۸ | ۱۰ر جون سنہ ۲۰۰۱ء ...... مطابق ...... ۱۷ر ربیع الاول ۱۴۲۲ھ | شمارہ نمبر ۱۵

نگران اعلیٰ
مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی
معتمد تعلیمات دارالعلوم ندوۃ العلماء
مدیر اعلیٰ
شمس الحق ندوی
مدیر معاون
سید محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت
مولانا نذرالحفیظ ندوی
مولانا عبداللہ حسنی ندوی
مولانا محمد خالد ندوی
ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

زر تعاون
سالانہ --- =/۱۳۰ روپے
فی شمارہ --------- =/۶ روپے
بیرونی ممالک فضائی ڈاک
ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک ...... ۳۰ ڈالر
بیرونی ممالک بحری ڈاک
بحری ڈاک جملہ ...... ۱۵ ڈالر
☆☆☆

نیچے بنے دائرہ میں سُرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین لوب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ =/30 1 روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں
منیجر

گذارش
خط کتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام وپتہ ضرور لکھیں خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے
(منیجر)

خط وکتابت کا پتہ
منیجر تعمیر حیات پوسٹ باکس نمبر ۹۳ ندوۃ العلماء، لکھنؤ (۲۲۶۰۰۷) یوپی
ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت ونشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں۔

پرنٹر پبلیشر اطہر حسین نے پارکھ آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

حامد خوشنویس۔ کمپوزنگ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس شمارے میں

۱	پوری زندگی عبادت ہے	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	۲
۲	حضرت محمد مصطفےٰ کی صفات طیبہ ہر مسلمان کے لیے قابل اتباع نمونہ ہیں (اداریہ)	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۵
۳	جب اقتدار کی کوئی بنیاد ہی نہیں ہو تو مفاہمت کیسے ممکن ہو؟	مولانا سید محمد واضح رشید ندوی	۸
۴	عربی اشعار کے غلط انتسابات	مولانا عبداللہ عباس ندوی	۱۰
۵	ہندوستان میں مسلمانوں کی تعلیم کا مسئلہ	ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی	۱۱
۶	عقیدۂ توحید کی حفاظت میں نماز کی اہمیت و تاثیر	شمس الحق ندوی	۱۳
۷	جنت کا راستہ	حضرت مولانا محمد ابرار الحق صاحب (ہردوئی)	۱۶
۸	ذکر رسول کی عظمت و رفعت	حافظ محمد ثانی	۱۸
۹	دعوت اسلام۔ اقوام عالم اور برادران وطن کے درمیان ایک مطالعہ	پروفیسر وصی احمد صدیقی	۲۱
۱۰	علمائے سلف کی جرأت حق گوئی وبے باکی	ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی ندوی	۲۳
۱۱	شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے	مولانا نذر الحفیظ ندوی	۲۵
۱۲	سوال وجواب	محمد طارق ندوی	۲۸
۱۳	مطالعہ کی میز پر	محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی	۲۹
۱۴	نعت پاک	تسنیم فاروقی	۳۰

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔

۲۔ فی کاپی =/Rs. 15 کے حساب سے زرضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔

۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ =/Rs. 30

۲۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر پشت پر رنگین صفحہ =/Rs. 40

۳۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔

۴۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

۵۔ انٹرنیٹ اور تعمیر حیات دونوں کا نرخ اشتہار فی کالم فی سینٹی میٹر =/Rs. 80

بیرون ملک کے نمائندے

مدینہ منورہ

Mr.TARIQUE HASAN ASKARI Sb.
P.O.Box No.842
Mdina Munawwara(K.S.A)

برطانیہ

Mr.M.AKRAM NADWI Sb.
O.C.I.S.St Cross College.
Oxford Ox1 3TU-U.K

ساؤتھ افریقہ

Mr.M.YAHYA SALLO NADWI Sb.
P.O.Box No.388Vereninging.(S.Africa)

قطر

Mr.ABDUL HAI NADWI Sb.
P.O.Box.No.10894, Doha-Qatar

دبئی

Mr.QARI ABDUL HAMEED NADWI Sb.
P.O.Box No.12525, Dubai(U.A.E)
Ph:No.3970927

پاکستان

Mr.ATAULLAH Sb.
Sector A-50 Near Sau Quater
H.No.109 Town Ship kaurangi
Karachi-31(Pakistan)

امریکہ

Dr.A.M.SIDDQUI Sb.
98-Conklin Ave.Woodmere
New York 11598(U.S.A)

Website:www.nadwatululama.org
E-mail Address: nadwa@sancharnet.in

اداریہ

(مولانا) سید محمد رابع ندوی

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات طیبہ ہر مسلمان کے لئے قابل اتباع نمونہ ہیں

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے صرف ہادی ہی بنا کر نہیں بھیجا بلکہ ان کو انسانیت وشرافت اور زندگی کے لئے صلاح وفلاح اور صفات حسنہ کا نمونہ بھی بنا کر بھیجا۔ مزید یہ کہ انسانیت کو راہ راست اور معیار اعلیٰ پر لانے کے لئے ایسی کاوش کے ساتھ بھیجا جس سے انسانوں کو جانوروں جیسی بے مہار زندگی سے نکل کر انسانیت کو خیر وکامیابی کی زندگی میں داخل ہونے کی راہ ملی۔ اور اس وقت دنیا کی بیشتر خوبیاں اور فائدے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی رہنمائی ہی کے نتیجہ میں حاصل ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسی بنیاد پر ان کو رحمۃ للعالمین کی صفت عطا فرمائی۔ اور ان کی حیات طیبہ کو انسانی شرافت اور خوبی کا ایسا نمونہ بنایا جسکو اختیار کرنے سے زندگی بھی درست ہوتی ہے، اور پروردگار کی خوشنودی بھی حاصل ہوتی ہے، اور جسکے نتیجہ میں دنیاوی زندگی میں کی جانے والی کوششوں کا صلہ آخرت میں کامیابی کی صورت میں ملے گی۔

قرآن مجید میں فرمایا گیا۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيرًا ٥

کہ تمہارے لئے اللہ کے رسولؐ میں اچھا نمونہ ہے یہ اس شخص کیلئے ہے جو اللہ سے امید قائم کرتا ہے اور آخرت میں (اللہ تعالیٰ کی رحمت کی) امید کرتا ہے اور اس نے اللہ کو بہت یاد کیا ہے۔

اور فرمایا۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ٥

کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

دنیا کی یہ محدود زندگی گذر جانے کے بعد آخرت کی جو لامتناہی زندگی ملے گی اس میں ہمارے اس دنیاوی زندگی کے اعمال وافعال، وہاں جزا وسزا کے فیصلے کے لئے تولے جائیں گے، ان میں وزن اللہ کے حکم کی تعمیل کا دیکھا جائیگا۔ اور اسکے حکموں کی تعمیل اس کے رسولؐ کے بتائے ہوئے اور کیے ہوئے طریقوں کے اتباع کے لحاظ سے سمجھی جائے گی، ہماری زندگی، ہمارے اعمال، ہمارے رسولؐ کے اسوہ سے جس قدر قریب یا مطابق

ہوں گے اسی کے بقدر وہ ہم کو آخرت میں کامیابی اور راحت دلائیں گے۔

اللہ کے رسولؐ سے محبت اور ان کے اعمال واخلاق کو اپنی زندگی کے لئے نمونہ بنانا ہی اللہ تعالیٰ سے محبت اور اطاعت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے، اور کسی سے محبت سچی اسی وقت مانی جاتی ہے جب محبوب کی ہر بات اچھی لگتی ہو اور محبت کرنے والا اسکی نقل کی کوشش کرتا ہے، ورنہ وہ محبت محض دعوائے محبت قرار پاتی ہے جس کو سچا نہیں سمجھا جاتا۔

ہم مسلمانوں کو اپنی اپنی زندگی کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے کہ ہم اللہ کے رسولؐ سے واقعی محبت کرتے ہیں یا ہم کو شیطان دھوکہ دے رہا ہے، اور شیطان ایسا کرتا ہے کہ وہ انسان کے نفس کے اندر گھس کر اسکو بہکاتا ہے اور انسان کا نفس جب بہک جاتا ہے تو انسان کا سارا عمل بہک جاتا ہے، خواہ اسکو یہ دھوکہ دیا گیا ہو کہ تمہارا عمل نہیں بہکا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو انسانی زندگی کے مختلف حالات سے گذروایا ہے غربت سے، امارت سے، دوستیوں سے، دشمنیوں سے، جنگ کے حالات سے، مسرت کے حالات سے، غم کے حالات سے، خوشی کے حالات سے، اولاد کے پیدا ہونے کی مسرت سے، اور اولاد کے انتقال کر جانے کے رنج سے، ایسے حالات سے جن سے شکر گذاری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، ایسے حالات سے جن میں صبر کی ضرورت ہوتی ہے، غصہ دلانے والے حالات سے جن میں اللہ کے رسولؐ اگر اللہ کے حکم اور رضا کے مخالف معاملہ ہوتا تو غصہ کرتے اور اگر محض اپنی ذات کی بات ہوتی تو صبر وتحمل سے کام لے کر نظر انداز کر دیتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ کے آخری حصہ میں ایک مرتبہ فرمایا کہ بھائیو! اگر کسی کو مجھ سے کوئی تکلیف پہونچی ہو تو یا تو معاف کر دے یا اس کا انتقام لے لے، قیامت کیلئے اسے اٹھا نہ رکھے وہاں کا بوجھ میں نہیں اٹھانا چاہتا۔ تو ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ ایک مرتبہ آپؐ نے اپنی سواری کی طرف کوڑا اہلایا تھا میں قریب تھا میری پیٹھ پر لگ گیا تھا، آپؐ نے یہ سن کر برا نہیں مانا بلکہ اپنی پیٹھ کھول دی اور فرمایا انتقام لے لو تا کہ یہاں کا معاملہ یہیں ختم ہو جائے۔ صحابی تو صحابی تھے نیت انتقام کی کہاں ہو سکتی تھی بڑھ کر پیٹھ کو چوم لیا اور کہا کہ دراصل میں یہی چاہتا تھا۔ دیکھئے رسول کا کردار کہ یہ بھی نہیں سوچا کہ ایک امتی اپنے رسول سے انتقام لے لیگا اور ایک ایسی معمولی بات پر جو بلا ارادہ ہو گئی تھی، آپ نے ناگواری کا ذرا بھی اظہار نہ فرمایا بلکہ انتقام دینے کو تیار ہو گئے۔ دوسری طرف صحابیؓ کا کردار کہ انتقام کی نیت ہی نہ تھی محض اظہار محبت کے لئے پیٹھ کھلوانا اور اسکو چوم لینا مقصود تھا، حضورؐ اپنے بچپن ہی سے مختلف دشوار گذار حالات سے گذرے بلکہ دراصل ان کو ان حالات سے گذروایا گیا تا کہ ہر طرح کے حالات کیلئے نمونہ بنیں۔

آپؐ شروع زندگی ہی میں غربت اور بے چارگی کے حالات سے گذرے کہ والد صاحب کا انتقال آپ کے پیدا ہونے سے پہلے ہی ہو گیا، آپؐ پیدا ہوئے تو یتیمی کی حالت میں پیدا ہوئے، باپ کا سایہ نہیں ماں غم زدہ اور بے سہارا، پھر والدہ کا انتقال بھی ابھی آپؐ بالکل بچے تھے کہ ہو گیا، دادا جنہوں نے باپ کی جگہ لے لی تھی وہ بھی آپؐ بالکل کم عمری میں تھے کہ ان کا بھی انتقال ہو گیا، آپؐ کے سرپرست صرف چچا رہ گئے تھے جن کے خود کئی صاحبزادے تھے، آمدنی بہت قلیل تھی گذارا مشکل سے ہوتا تھا، یہ سب زحمتیں آپؐ نے آغاز جوانی میں ہی برداشت کیں، اور اس کے باوجود صبر اور سنجیدگی متانت اور نیک نفسی کا معیار قائم کر دیا کہ قریش نے صادق اور امین کا خطاب دیا کہ نہایت سچے، دیانتدار نوجوان ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے فراغت اور کشائش بھی

عطا فرمائی کہ جوان ہو کر آپ کاروبار تجارت میں شریک ہوئے اور خوشحالی ملی، اس میں آپؐ سنجیدگی سخاوت اور غریب اشخاص کے ساتھ ہمدردی کرنے کی صفات سے آراستہ رہے اور اپنے رب کا شکر ادا کرتے رہے، پھر جب نبی قرار دئے گئے اور آپؐ نے دین کی دعوت کا کام شروع کیا تو مخالفتوں سے سابقہ پڑا بلکہ سخت زیادتیاں کی جانے لگیں، آپؐ پر گندگی تک ڈالی گئی، لیکن آپؐ نے کبھی اس کا انتقام نہیں لیا اور نہ مخالفت کرنے والوں پر غصہ کیا، بس اپنے پروردگار سے دعا کرتے رہے، مکہ والوں نے جب بہت پریشان کیا تو طائف گئے وہاں جا کر دعوت دی وہاں کے لوگوں نے سخت اذیتیں پہونچائیں جسم لہولہان ہو گیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آگئی فرشتہ کو بھیجا کہ دریافت کرو کہ آپؐ چاہیں تو ابھی ان لوگوں پر عذاب لے آیا جائے آپؐ نے فرمایا نہیں، یہ لوگ نہیں تو شاید ان کی بعد میں آنے والی اولاد اچھا معاملہ کرے، میں تو صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہوں وہ اگر مجھ سے ناراض نہیں تو مجھے کسی بات کا غم نہیں۔ مدینہ میں منافقین نے اتنا پریشان کیا کہ برداشت سے باہر ہونے لگتا، لیکن آپؐ برابر اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرتے رہے اور ان کا معاملہ اپنے رب کے سپرد کرتے رہے۔

آپؐ کی صفات طیبہ کا ذکر کرنے والے کہتے ہیں کہ آپؐ نے کبھی کسی کو مارا نہیں نہ گھر کے کسی فرد کو نہ کسی خادم کو، آپ کسی پر غصہ نہ کرتے تھے، ہاں اگر حق کے خلاف کوئی بات کی جائے تو آپ کو بے حد غصہ آجاتا مجلس میں آتے تو کسی کو ہٹاتے نہیں اور نہ بیچ میں گھس کر بیٹھتے بلکہ جہاں جگہ ہوتی وہیں بیٹھ جاتے، یہ بات الگ تھی کہ پھر وہی جگہ مجلس کی مرکزی جگہ بن جاتی۔ ملاقاتی اگر دور سے آیا ہوتا اور اجنبی ہوتا تو اسکی بات صبر کے ساتھ سنتے اور پوری بات کرنے دیتے اور ہمدردی کا جواب دیتے، کبھی کوئی سائل اس طرح مانگتا کہ پریشان کر دیتا لیکن آپؐ صرف نرم بات کہتے کہ اس وقت ہمارے پاس کچھ دینے کو نہیں ہے اگر ہوتا تو دے دیتے، اور اگر آپؐ کے پاس ہوتا تو مانگنے والے کو اپنی بڑی سے بڑی چیز دے دیتے اور فرماتے کہ میں بخیل نہیں ہوں۔

ہر وقت اپنے پروردگار کی ناراضی سے ڈرتے رہتے، ذرا تیز ہوا چلتی تو ڈرتے کہ کہیں اللہ کی پکڑ یا عذاب تو نہیں، فوراً استغفار کرتے، نماز پڑھتے اور اللہ کی رضا چاہتے، اللہ کی عبادت میں رات کا بڑا حصہ گذار دیتے کہ پیروں میں ورم ہو جاتا، اور جب کہنے والا کہتا کہ آپ اتنی مشقت کیوں کرتے ہیں آپ کے تو اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہیں تو فرماتے کہ کیا میں اپنے پروردگار کا شکر گذار بندہ نہ بنوں، اس طرح ہمارے حضورؐ نے نرم گرم ہر طرح کے حالات کا سامنا کیا اور ایمان والوں کے لئے صبر وشکر کا بہترین نمونہ پیش کر دیا، عبادت میں اور اپنے پروردگار کی خوشنودی حاصل کرنے میں اعلیٰ معیار قائم کر دیا، انسانوں کے ساتھ ہمدردی اور حُسن اخلاق کا شاندار نبوی اسوہ قائم کر دیا۔

اور ہم سب انسانوں کو ہمارے پروردگار نے حکم دیا کہ اس عظیم اور رحمۃ للعالمین رسول کی پوری پیروی کریں کہ اس میں ہماری کامیابی اور نجات ہے، اور ہم کو اس کا حساب آخرت میں اپنے پروردگار کے سامنے دینا ہے اس کے لئے ہماری اسی دنیا کی زندگی کو ہمارے لئے میدان عمل بتایا گیا ہے، اسی میں ہم کو اپنے عمل سے ثابت کرنا ہے کہ ہم کو اپنے پروردگار سے محبت ہے یا نہیں، ہم اسکی رضا چاہتے ہیں یا نہیں، اور جبکہ اسکے لئے اسکے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ تو ہم کو آخرت میں کامیابی اور اپنے پروردگار کی رضا اسی کے بقدر ملے گی جس قدر ہم اپنے رسول مقبول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرینگے اور ان کے اسوۂ طیبہ کی نقل کرینگے اور ان سے محبت کا صحیح ثبوت دینگے۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین

جب اقدار کی کوئی بنیاد ہی نہیں تو مفاہمت کیسے ممکن ہو؟

تحریر: مولانا سید واضح رشید ندوی ——— ترجمہ: محمد احمد بستوی

انسانی معاشرہ اور سماج ہر دور میں چند حقیقتوں اور معروف قدروں کا پابند رہا ہے، جن میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہوا۔ جیسے عفت و پاکدامنی، سخاوت و فیاضی صدق و راستی، وفا شعاری اور ایثار، ہر دور میں مہذب انسان ان کا لحاظ رکھتا آیا ہے اور ان کو اپنا کر فخر بھی کرتا آیا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی ذات کے ساتھ ہر طرح کی بدسلوکی تو گوارا کرسکتا ہے لیکن وہ چیز جو غیرت، خودداری وفاداری، سچائی اور بلند ہمتی کے منافی ہو، اُسے برداشت نہیں کرسکتا ہے۔ کیوں کہ یہ اوصاف انسانی شعائر اور اس کی اہم خصوصیات و امتیازات میں سے ہیں۔

مختلف مذاہب نے ان ثابت شدہ حقائق کی تائید و آبیاری کی، کبر و نخوت، خودپسندی اور منفی عصبیت کی آلودگیوں سے اسے صاف کیا، تاکہ یہ ذاتی تصورات معاشرہ کی تعمیر کی راہ میں رکاوٹ نہ بنیں۔ تمام مذاہب ایثار، غیرت و خودداری کے ساتھ تواضع اور سخاوت و فیاضی کے داعی ہیں، حیا اور پاکدامنی، عفت و عصمت جملہ مذاہب کی مشترکہ قدروں اور اخلاقی قانون کا اہم عنصر ہیں، منقول اقوال میں ہے: "جب حیا نہ رہے تو جو چاہے وہ کرو"۔ جو صفت حیا سے عاری ہوتا ہے وہ آوارہ، بداخلاق اور گستاخ سمجھا جاتا ہے، حتی کہ زمانۂ جاہلیت میں بھی یہ تصور پایا جاتا تھا۔

جدید تہذیب کے علمبرداروں کی پوری کوشش ان قدروں کے پامال کرنے اور ان کے منافی امور اپنانے پر لگی ہوئی ہے اس لئے کہ ان کا نظریۂ ارتقاء ثابت شدہ امور و حقائق کو ماننے کے خلاف ہے۔ ہر چیز ان کی نگاہ میں تبدیلی کی محتاج ہے، حسن و قبح ان کی نظر میں کوئی ثابت شدہ چیز نہیں بلکہ ان کے نزدیک ہر دور کا اور ہر معاشرہ کا انسان اپنے تصور و خیال کے مطابق حسن و قبح، مفید و غیر مفید اور نافع و غیر نافع کا تعین کرنے کا حق رکھتا ہے، ایسا ہوسکتا ہے کہ کوئی چیز کسی زمانہ اور معاشرہ میں سودمند اور نفع بخش ہو، مگر دوسرے زمانہ و معاشرہ میں وہ مضر قرار پائے۔

جمہوریت (DEMOCRACY) کی دعوت دینے والوں کا خیال ہے کہ انسان کی رائے اور خواہشات ہی قانون کی اساس و بنیاد ہیں اسی کے مطابق قانون وضع کئے جانے چاہئیں، سوشلزم و اشتراکیت (SOCIALISM) کے حاملین تمام ثابت شدہ اقدار کے منکر ہیں، اور تجدد پسند طبقہ ہر پرانی چیز چھوڑ دینے حتی کہ معاشرتی رسم و رواج، اخلاقی ذمہ داریوں سے بھی دستکش ہو جانے کی دعوت دیتا ہے۔ اور ہر وہ چیز جو معاشرہ میں رائج ہو اور جسے قبول عام حاصل ہو چکا ہو اُسے چھوڑ دینا ان کی فکر سے میل کھاتا ہے، ان کا کہنا ہے: انسان ہی ہر قانون و ضابطہ کا سرچشمہ اور اساس ہے اور اُسے حق ہے کہ جو قانون چاہے وضع کرے، یہ لوگ ایک عام دائرہ کا تعین کرتے ہیں، پھر اس کے عمومی تصور کی روشنی میں قوانین و ضوابط طے کرتے ہیں، اس لئے کوئی ایسا قانون و قاعدہ بنانا ممکن نہیں جو شہر یا وطن یا ملک کے مفاد کی (جس کا تعین وہ کرتے ہیں) خلاف ورزی کی اجازت دے اور جس سے ملک کی سیاست کے خلاف عمل کرنے کی گنجائش نکلے یا جس میں ان قوانین کی مخالفت لازم آئے جن کی صراحت ان کے طے شدہ آئین و دستور میں ہے۔ جو بھی ان قوانین و اصول کی خلاف ورزی کرتا ہے اُسے عدلیہ کے روبرو پیش کرکے سزا دلوائی جاتی ہے، البتہ ممبران پارلیمنٹ کو قانون میں اصلاح و ترمیم کا حق حاصل رہتا ہے اور اس طرح کی تبدیلیاں اور اصلاحات جمہوری ملک کے قوانین میں ہوتی رہتی ہیں۔

موجودہ زمانہ میں قوانین میں رد و بدل کا دائرہ بہت وسیع ہوچکا ہے، یہاں تک کہ انسانی تصور کے ثابت شدہ حقائق پر بھی اس کا اثر پڑنے لگا ہے، چنانچہ کئی یوروپین ممالک کے قوانین میں شراب نوشی، قمار بازی، اور مورو ثی ازدواجی تعلقات کی بابت ترمیمات ہوئی ہیں جس کے نتیجہ میں گذشتہ ادوار میں جو ناجائز اور مبغوض تھا اُسے سند جواز اور مقبولیت مل گئی، قانون سازوں کی فکر کا محور یہ ہے کہ جس عمل کو بھی قبول عام حاصل ہو جائے اس کی تکمیل میں اگر قانونی پیچیدگیاں اور رکاوٹیں حائل

ہوں تو کوئی نیا قانون وضع کرکے اُسے دور کردینا چاہئے، تاکہ کسی کو اپنے نفس اور انسانی مصالح کی خلاف ورزی نہ کرنی پڑے۔

اس نقطۂ نظر کی روشنی میں خیر شر اور شر خیر بنتا جارہا ہے، بدی نیکی اور نیکی بدی کا روپ دھار رہی ہے، چونکہ یورپ میں ادیان و مذاہب، تہذیب و تمدن کے ہم رکاب اور پیرو ہیں۔ اس لئے متدین طبقہ بھی اس نظریہ و خیال کا ہم نوا بنتا جارہا ہے۔ کہ جو بھی چیز قبول عام حاصل کرلے اور جس کا چلن عام ہو جائے۔ اگرچہ وہ دینی فکر کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ اُسے دینی اعتبار سے جائز قرار دیا جائے۔ جیسا کہ قانونی اعتبار سے اُسے جواز ملا ہوا ہے۔

تہذیب نو کی فکری اساس میں بہت سے تناقضات و تعارضات ہیں جن کا ظہور اس وقت ہوتا ہے جب ان کا نفاذ عمل میں آتا ہے۔ ایک طرف مغرب اپنے ملکوں میں فکر و رائے عمل و پیشہ اور آمدنی و کمائی کی آزادی کی دعوت دیتا ہے، دوسری طرف ایسی سیاست کھیلتا ہے جو دوسرے ملکوں میں آزادی کو اس کی تمام قسموں سمیت سلب کرلیتی ہے، مغرب کی آزادی کا تصور صرف اخلاق کے دائرہ میں محدود ہے، سیاست اور مذہب پر اس کا انطباق نہیں ہوتا۔ اسی طرح ثقافت کے بارے میں مغرب اپنی ثقافت رائج کرنے پر مصر ہے۔ مگر دوسروں کی ثقافت کا سخت مخالف ہے۔ دین و مذہب کے بارے میں بھی اس کا یہی رویہ اور طرز عمل ہے۔ دورخی اور تناقض پالیسی کے تحت مغرب پوری دنیا میں نصرانیت کی ترویج کی کوشش کرتا ہے، اور سب مغربی ممالک کے اقتصادی ادارے عیسائی بنانے کی مہم میں مالی تعاون فراہم کرتے عیسائی مشن کا جال پھیلانے اور مشنری اسکولوں میں مسیحی امتیازات کی حامل ویلفیئر سوسائٹیوں (WELFARE SOCIETIES) کے قیام میں حصہ لیتے ہیں۔ اس کے اہل قلم دوسرے مذاہب پر تنقیدی کتابوں کی اشاعت ان کے عقائد اور دوسری تہذیبوں کو مسخ کرکے پیش کرتے ہیں، تو مغرب اسے دقیانوسی اور رجعت پسندانہ عمل کا نام نہیں دیتا۔ بلکہ وہ اسے آزادخیالی اور اظہار رائے قرار دیتا ہے۔ لیکن اگر کوئی اس کا جواب دیتا ہے تو یہ جواب آزادی اظہار رائے کے خلاف ہو جاتا ہے۔ اسلامی عمل اسلامی تنظیموں اور مسلمانوں کی اسلامی تعلیمات اور اخلاقی قدروں کی اتباع کرنے کی دعوت کو رجعت پسندی اور دقیانوسیت کہا جاتا ہے بلکہ اس سے بھی دو قدم آگے بڑھ کر اسے دہشت گردی سے موسوم کیا جاتا ہے

آزادخیالی (LIBERALIASM) جس کی دعوت اباحیت، ذاتی اور پرائیوٹ معاملات میں دخل اندازی نہ کرنا، کسی اصول کے ماننے پر کسی کو مجبور نہ کرنا، کسی عمل کو بہتر سمجھ کر کسی پر لازم نہ کرنا۔ اور نہ ہی کسی عمل کو برا سمجھ کر اس سے روکنا ہے۔ بیرونی دنیا میں مانے جانے والے دیگر عقائد اور دعوتوں کے تئیں مغرب کے رویہ اور موقف کو قطعاً سند جواز فراہم نہیں کرتی۔

اس آزاد خیالی کا تقاضا یہ ہے کہ خیر کی طرف بلانا، نیک اعمال پر عمل کرنا اور اس کی طرف بلانا، برے اعمال سے بچنا اور اس سے باز رکھنا چھوڑ دیا جائے۔ اور کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جس سے دوسروں کے داخلی و ذاتی امور میں دخل اندازی ہوتی ہو، کیوں کہ مغرب فرد کی مطلق آزادی کا داعی ہے، کسی کی سرگرمیوں اور اس کے طرز زندگی پر کسی بھی قسم کی پابندی نہ لگانے کا علمبردار ہے۔ اُس کا کہنا ہے کہ ہر فرد آزاد ہے جو کرنا چاہے کرے، جو طرز زندگی اپنے لئے بہتر سمجھے اپنائے سے اُس کا ذہن قبول نہ کرے چھوڑ دے، کسی کو اس کا حق نہیں کہ جس چیز کو وہ اچھا اور بہتر سمجھے اُسے اُس پر تھوپنے کی کوشش کرے، جو اُسے بہتر نہیں خیال کرتا۔ لیکن یہی آزادی کا داعی مغرب دوسرے ملکوں پر اپنے تصورات تھوپنے پر مصر ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ مغرب ثابت شدہ امور میں سے اسلام دشمنی اور اچھی قدروں کی پامالی کے سوا کسی چیز کو نہیں مانتا، اور شخصی زندگی، قومی زندگی میں کسی بھی قسم کی پابندی عائد کرنا نہیں چاہتا۔ وہ طرز عمل، اخلاقی مکاتب فکر میں مکمل آزادی کا خواہاں ہے، حالانکہ ظلم و زیادتی، بدزبانی و بدکلامی، رحمت و شفقت، نرمی و مہربانی، محبت و مودت، ادب و اخلاق اور عظمت و بلندی کے معانی و مطالب طے شدہ اور مقرر ہیں، چنانچہ ظلم و زیادتی کرنے والے کے متعلق یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ بہت نرمی پسند اور احسان کرنے والا ہے، اور نہ ہی بداخلاق و بے ادب کے بارے میں کہا جائے گا کہ یہ بہت بااخلاق اور باادب ہے، اسی طرح زندگی اور اسے برتنے اور لوگوں کے ساتھ رہنے سہنے کے انسانی موقف و نظریات کے سلسلے میں کچھ ثابت شدہ تصورات و خیالات ہیں۔ مادیت کا پرستار مغرب، جو ان تمام حدود و قیود سے آزادی کا نعرہ لگاتا ہے ان ثابت شدہ امور کو تسلیم نہیں کرتا۔ اس تضاد کی بنا پر مغرب اور مشرق کے درمیان مصالحت کس بنیاد پر ہو سکتی ہے؟ کسی بھی ایسے انسان کے ساتھ گذارا کیسے ہوسکتا ہے جس کے نزدیک ثابت شدہ قدریں اور قابل تسلیم نمونے نہ ہوں، جب ایک فریق چند تصورات کا پابند ہو اور

(باقی ص۱۵ پر)

عربی اشعار کے غلط انتسابات

جناب مولانا عبداللہ عباس ندوی معتمد تعلیم دارالعلوم ندوۃ العلماء

ایک زمانۂ دراز سے ایک مناجات کو جو کسی غیر عرب بزرگ کی لکھی ہوئی ہے وہ حضرت ابوبکرؓ کی طرف منسوب کردی گئی ہے۔ اس مناجات کے اشعار فارسی فکر اور عجمی انداز بیان کے ساتھ نحوی غلطیوں کا مجموعہ ہیں۔ عربی اشعار حماسہ، متنبی، بحتری، ابوتمام اور اس طرح کے بہتیرے دواوین آپ کے سامنے ہیں کسی میں آپ نے غزل کے انداز کا مطلع اور آخر میں مقطع نہیں دیکھا ہوگا۔ جس میں شاعر نے اپنا نام یا قلمی شاعرانہ نام جس کو تخلص کہتے ہیں نظم کیا ہو۔ مگر اس مناجات میں ایک تو فارسی انداز بیان ہے اور حافظ وجامی کی غزلوں کی طرح آخری شعروں میں شاعر کا نام بھی ہے۔ حضرت امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا لقب صدیق تھا تخلص نہیں تھا۔ لیکن اس مناجات میں یہ نام بطور تخلص کے آیا ہے۔ جو سیدنا حضرت ابوبکرؓ کے تواضع سے بہت بعید ہے کہ وہ اپنے آپ کو کہیں ؎

أین موسیٰ أین عیسیٰ أین یحییٰ أین نوح
أنتَ یَا صِدِّیقُ عَاصٍ تُبْ إلی المولیٰ الجلیل

ایک صاحب علم جناب محمد صدیق انور صدیقی نے اس نظم کا منظوم ترجمہ کیا ہے اور اس کو انہوں نے حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندویؒ کی خدمت میں برائے دعا ارسال کیا تھا حضرتؒ نے اس خط کی رسید عطا فرمائی اور کہا اللہ تعالیٰ مزید توفیق عطا فرمائے۔ اس مناجات پر آمین کہنا بزرگوں کا شیوہ ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ انہوں نے "دعائے صدیق اکبر" کی تصدیق کی ہو، دعا اچھی چیز ہے اور جو بھی کرے عنداللہ مقبول ہوگی اور ہر مسلمان کو تحسین کرنا اور آمین کہنا چاہیئے۔ مگر یہ کہ ایسے عجمی کلام کو دعائے صدیقی سمجھنا عربیت سے نابلد ہونے کی دلیل ہے۔

ابھی صدیق انور صاحب کے طویل مکتوب سے فارغ ہی ہوا تھا کہ ایک عزیز مکرم مولوی رئیس الشاکری کا مجموعہ کلام جس کا نام "حرا" ہے، مجھے مطالعہ کے لئے مصنف نے عنایت فرمایا موصوف ادیب، ادیب ماہر، عالم، فاضل ندوہ لکھنؤ ہیں، شعر اچھے کہتے ہیں، طبیعت میں روانی ہے، اور اشعار آبدار ہوتے ہیں۔ مگر اس کو کیا کروں کہ وہ بھی اسی طرح کی ایک غلط فہمی میں مبتلا ہوئے اور صفحہ ۱۰۷ پر یہ عنوان دیکھا۔ "تضمین بر قصیدہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ" ان کی تضمین دلآویز ہے لیکن جن اشعار پر تضمین کی گئی ہے وہ غلطیوں سے بھرپور ہے پہلا ہی شعر ؎

إن نلتِ یا ریح الصبا یومًا إلیٰ أرضِ الحرم
بلّغ سلامی روضۃً فیہا النبی المحترم

"نال" کا صلہ "إلی" پہونچنے یا پانے کے معنی میں کوئی عرب نہیں استعمال کرسکتا ہے اور غیر عرب جو عربی سے واقف ہے وہ نہیں کہے گا کہ "نلتُ إلی المدینۃ" بلکہ نال بغیر صلہ کسی چیز کے پاجانے اور کسی شئی کے حاصل ہونے کے لئے بولا جاتا ہے جیسے فلانٌ نالَ ھدفَہ یا فلانٌ نالَ حبَّ أبیہ، ریح الصبا یعنی نسیم سحر کو مخاطب کرنا کسی عرب شاعر سے نہیں سنا گیا۔ بلّغ کے لفظ سے کسی مونث کو مخاطب کرنا عجمیت کی دلیل ہے اسی طرح احادیث نبویہ میں یا تاریخ اسلام میں کہیں آپ نے یہ نہیں دیکھا ہوگا کہ قبر کو روضہ کہا جائے، چمن یا باغیچہ قبر کو کہنا عجمی تخیل ہے جو حضرت امام زین العابدین ہی نہیں بلکہ کوئی بھی اس زمانہ کا شخص نہیں کہہ سکتا اور اسی طرح کی متعدد غلطیاں اور خود ساختگی اس قصیدہ میں ہے اور آخری شعر مقطع کا ہے۔

یا رحمۃً للعالمین أدرکْ لزین العابدین
محبوسُ أیدی الظالمین فی الموکبِ والمزدحم

اس شعر سے معلوم ہوا کہ حضرت علی بن حسین کا تخلص "زین العابدین" تھا اور وہ اپنے آپ کو اپنی زبان سے زین العابدین کہتے تھے، جبکہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ ان کی وفات کے بعد ان کے ماننے والوں نے ان کو اس لقب سے یاد کیا غرض یہ دونوں قصیدے غالباً کوئی مولوی صدیق صاحب اور مولوی زین العابدین صاحب رہے ہوں گے اللہ ان کو بخشے۔ لوگوں نے خوبصورت حروف میں طبع کراکے بین السطور میں اس کا ترجمہ چھاپ کر جا بجا آویزاں کردیا۔ مقصود حقیقت کا اظہار ہے نہ کہ جناب رئیس الشاکری اور جناب صدیق انور صدیقی پر کوئی الزام۔

پندرہ روزہ تعمیر حیات
ایک تحریک ہے، اس کی
توسیع اشاعت میں حصہ لیں۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی تعلیم کا مسئلہ

ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی

طویل عرصہ کی غلامی اور آزادی کے بعد بھی تعلیم کے مسئلہ میں محتاجی نے ان کی فکر اور سوچ بلکہ تدبیر کو بھی بڑی الجھن میں مبتلا کردیا ہے۔ اگرچہ سرسید احمد خاں کی قابل قدر عملی جدو جہد اور مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی کوشش بظاہر علیحدہ علیحدہ نوعیت کی معلوم ہوتی ہے، لیکن غور سے دیکھا جائے تو دونوں کی کوشش ٹرین کی دو پٹریوں کی طرح ہے جس پر ملت کی سربلندی اور اس کے تشخص کی گاڑی بحفاظت چلتی رہی۔ ایک کو دوسرے سے جدا کرنا یا اس کی اہمیت کو کم کرنے کی بات جن لوگوں کے ذہنوں میں ہے اگرچہ وہ مخلص لوگ ہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ ایسا قوموں کی تاریخ کا گہرائی سے مطالعہ نہ کرنے کی وجہ سے ہے۔

انگریزوں اور عیسائیوں کی طویل تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ انہیں قدامت پرستی اور جدیدیت کی دو پٹریوں کے سفر میں بڑی بڑی پریشانیوں سے گذرنا پڑا بلکہ خوں آشام جنگیں ان کی تاریخ کا حصہ ہیں، اور آج بھی کیتھولک اور پروٹسٹینٹ میں جو محاذ آرائی جاری ہے اس کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ کبھی تعلیم کے سلسلہ میں ان کا نظریہ آکسفورڈ اور کیمبرج تھا تو دراصل وہ خانقاہی نظام تھا جہاں صاحب فکر پیدا کئے جاتے تھے، آج بھی اگر کوئی دیکھے تو تعلیم کے میدان میں اسی طبقہ نے ساری دنیا میں انقلاب برپا کر رکھا ہے۔ جنگلوں، پہاڑوں، دیہاتوں اور خونخوار قبائل میں تعلیم کے راستے سے وہ تبدیلی پیدا کی ہے کہ دنیا حیرت زدہ ہے۔ آج بھی ہر روشن خیال اور صاحب حیثیت شخص بلالحاظ مذہب وملت انہیں کے اداروں میں تعلیم دلانا فخر کی بات سمجھتا ہے۔ اس نظام نے طلسماتی طور پر ہماری سوچ کو متاثر کیا، اور ہم آج بھی اس ذریعہ سے ذہنی اور فکری ارتداد کو خوشی سے گوارہ کرنے کے لئے تیار نظر آتے ہیں، اس لئے کہ اس تعلیمی نظام سے ہم اپنے دنیوی مستقبل کو معتبر اور یقینی سمجھتے ہیں۔ ایک طرف مسلمانوں کو دقیانوسیت کا طعنہ دیا جاتا ہے لیکن ان کے مربیوں کا کوئی لباس دیکھیے تو پادریوں کا لباس اور نن کا، اگر معاف کیا جائے تو، سر سے پیر تک کے لباس پر ہمیں کوئی چیز قابل اعتراض نظر نہیں آتی، کوئی ان سے نہیں کہتا کہ صدیوں پرانا لباس چھوڑ دو، اس لباس کو آج عزت واحترام سے گوارہ کیا جاتا ہے۔

لیکن مسلم معاشرہ میں تعلیمی معیار کی کمزوریوں کی وجہ سے لباس سے لیکر اسلامی تہذیب، اسلامی اقدار یہاں تک کہ دین و شریعت پر مسلمان قائدین معترض دکھائی دیتے ہیں، بین السطور یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کی جدید تعلیمی پستی کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ جن لوگوں نے تعلیمی معیار کو عیسائیوں کی تقلید میں آگے بڑھانے کا عزم کیا انہوں نے از خود اسلامی شعائر، اسلامی اقدار اور دین کی بنیادی تعلیم سے صرف نظر کرلیا، نتیجہ یہ ہے کہ کوا چلا ہنس کی چال اپنی چال بھول گیا۔

اسلامی تہذیب میں عار کی کوئی چیز نہیں تھی، تعلیم کے مسئلہ میں اس کا نقطۂ نظر بالکل واضح اور صاف ہے، وہ جدید اور قدیم کی اصطلاح کو تسلیم نہیں کرتا، بدقسمتی سے کچھ لوگوں کے طرز عمل یا ناواقفیت یا ناتجربہ کاری سے جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں اسلام کے متعلق غلط فہمی پیدا ہوگئی ہے، اور وہ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ اگر کلی طور پر پورے مغربی نظام تعلیم کو اپنایا نہیں گیا تو ان کی تعلیمی پستی دور نہیں ہوسکتی، بلکہ اس حد تک غلو بڑھ گیا ہے کہ دوسری پٹری اکھاڑے بغیر یہ مسئلہ حل ہونے والا نہیں ہے، اس لئے کہ دوسری پٹری کے متعلق انہیں یہ خیال ہے کہ وہ ملا پیدا کرتے ہیں جو سوسائٹی پر ایک بوجھ ہیں۔ یہ ازکاررفتہ چیز ہے یعنی چوب مسجد جو نہ قابل فروختنی ہے نہ سوختنی۔ جدید ترقی میں یہ سب بڑی رکاوٹ ہیں۔

نن اور پادریوں کے متعلق ان کے لباس کے قدیم ہونے کے باوجود ایسا کوئی اعتراض نہیں ہے، اگرچہ ان کا قبلہ سینٹ پال ہے لیکن اس تعلیم کی مارکیٹ ویلو زیادہ ہے۔ تاریخ میں تہذیبی کشمکش کی جنگ جو عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان ہوئی، اور مسلمان اپنی اسلامی تہذیب کے ساتھ بار بار غالب آئے، اور دوسروں پر حکمراں بھی رہے وہ تاریخ ہمارے ذہنوں میں محفوظ نہیں رہی ہے،

اس لئے یہ احساس آج کل کچھ زیادہ ہے کہ دینی تعلیم کے مروجہ اداروں کو سائنس سے روشناس کرایا جائے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جو شروع سے سائنس پڑھتے ہیں ذہین خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں، سوسائٹی میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں، دولت کی بھی فراوانی ہے، ان کا دین اسلام کے مسئلہ یا اسلامی تہذیب کے جاری رکھنے یا اسلامی معاشرہ کے قیام میں کوئی نمایاں حصہ نہیں ہے۔ وہ جج یا وزیر یا اعلیٰ عہدوں پر تو فائز ہو سکتے ہیں، انہیں اچھی رقم تو مل سکتی ہے لیکن اسلام کے لئے کارہائے نمایاں کا کوئی قابل ذکر کارنامہ شاذ و نادر ریکارڈ پر ہے۔

دینی تعلیم کے اداروں ہی سے ۱۴۰۰ برس تک سلطنتوں کو چلانے والے ملتے رہے، اسلام کے ائمہ اور محققین ملتے رہے، دورِ حاضر میں ادیب، شاعر، علماء مجتہدین کی نمایاں شخصیتیں انہیں اداروں سے نکلیں۔ مولانا شبلی نعمانیؒ، مولانا سید سلیمان ندویؒ، مولانا علی میاں ندویؒ اور دیگر سینکڑوں شخصیتیں ہیں جن کی عالمی حیثیت ہے جو زمانہ پر اثر انداز ہوئے جنہیں جدید ترین اور اہم ترین یونیورسٹیوں نے تسلیم کیا، ان کا اعزاز کرنے پر لوگ مجبور ہوئے۔

دراصل مسئلہ قدیم اور جدید کا نہیں ہے، تقسیم کار اور اعلیٰ معیار کا تناسب (Sense of Proportion) کا ہے، یعنی چار بنیادی محاذوں پر کتنی سرمایہ کاری کی جائے؟ اور اس کے لئے ذی استعداد اساتذہ کی خدمات حاصل کی جائیں، ان کے تعلیمی اداروں کو کتنا عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کیا جائے؟ اور کن کن چیزوں سے فائدہ اٹھایا جائے؟۔

بنیادی طور پر تعلیم کے چار نمایاں محاذ ہیں، ہر ایک کی اپنی اہمیت اور افادیت ہے، اگر مربوط طور پر ایک دوسرے کی اہمیت کم کئے بغیر کام ہو تو وہ مقصد حاصل کیا جا سکتا ہے جو لوگوں کو بے چین کئے ہوئے ہے، اگر لوگوں نے ایک دوسرے کی نفی کی، یا دوسری پٹری بچھانے کی کوشش کی تو خطرہ یہ ہے کہ اصل مقصد ہی فوت ہو جائے۔

پہلا تعلیمی محاذ ہے پرائمری دینی و عصری تعلیم کے مدرسے اور اسکول اور تعلیم بالغان، اس کا ۸۰ فیصد تعلق گاؤں، دیہات اور قصبات سے ہے، اور ۲۰ فیصد شہروں سے ہے۔

دوسرا تعلیمی محاذ ہے عصری تعلیم (Modern Education) جونیر سے لیکر یونیورسٹی تک عصری تعلیم، اس میں انگلش میڈیم، انجینئرنگ، میڈیکل، کمپیوٹر، ایم اے بی اے، کامرس سب شامل ہیں۔

تیسرا تعلیمی محاذ ہے دینی مدارس، قرآن، حدیث، تفسیر، فقہ اور دوسرے دینی علوم جن پر اسلام کی اساس ہے، جن کے بغیر اسلام کا کوئی تصور ممکن نہیں۔

چوتھا محاذ ہے لڑکیوں کی تعلیم۔ لڑکیوں کی دینی اور عصری تعلیم کا نظام جس کی طرف سے عام طور پر غفلت برتی گئی، انتہائی ضروری ہے، اگر گھر کے اندر دین نہیں تو باہر سے اس کا داخل ہونا آسان نہیں ہے، نئی نسلوں میں دینی پختگی کا عمل اسی وقت ممکن ہے جب خواتین دینی تعلیم سے آراستہ ہوں، اگر انہیں عصری تعلیم بھی دی گئی تو وہ بچوں میں اعلیٰ استعداد پیدا کرنے میں بہت مؤثر رول ادا کریں گی۔ جو نسل تیار ہوگی وہ ہر اعتبار سے ذی استعداد ہوگی، اس میں نہ احساس کمتری ہوگا، نہ اس میں مرعوبیت ہوگی۔ بلکہ وہ اسلام کی بہترین داعی ہوگی، دراصل مسلمان تعلیم کے میدان میں عدم توازن کا شکار ہیں، ان کی ۸-۱۰ فیصد تعداد عصری تعلیم حاصل کر رہی ہے، جس پر زبردست سرمایہ کاری ہو رہی ہے، مشکل سے ۲ یا ۳ فیصد تعداد خالص دینی مدارس میں جاتی ہے، ان میں بھی اکثریت غریب گھرانوں اور بیشتر کم درجہ کی صلاحیت والی ہوتی ہے۔ انہیں دیکھ کر یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ دینی تعلیم کم درجہ کی چیز ہے، اس کی مارکیٹ ویلو نہیں ہے، حالانکہ بنیادی بات یہ ہے کہ خود مسلمانوں نے دینی مدارس کو جو ترقی دینی چاہئے اور جتنا اس پر سرمایہ خرچ کرنا چاہئے وہ نہیں کیا۔ اس لئے اس کی تحقیر یا اس سے مایوسی کا کوئی جواز نہیں ہے۔

مسلمانوں کے ذہنوں میں غیر شعوری طور پر یہ بات بٹھائی جا رہی ہے کہ دینی مدارس میں اگر سائنس داخل کر دی جائیگی تو وہ زیادہ کارآمد ہوں گے، حالانکہ جو لوگ عصری اداروں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں وہ نہ اپنی ملت کے لئے کوئی بڑا کام کر رہے ہیں نہ مسلم معاشرہ کے لئے، ان میں سے بیشتر تعداد اپنی ذات یا خاندان تک محدود (Self Centred) ہے، تمام دینی مدارس مسلمان تاجروں کے مالی تعاون خصوصاً زکوٰۃ کی رقم سے چل رہے ہیں، اگر یہ زکوٰۃ کی رقم نہ ہوتی تو ان میں سے بیشتر بند ہو جاتے، پھر سب کچھ وہی ہوتا جو اندلس، افریقہ، یورپ، روس اور دنیا کے دوسرے علاقوں میں ہوا۔

اس لئے اسلام کے استحکام اور اس کی اشاعت اور سربلندی کے لئے دینی مدارس کا قیام لازمی ہے۔

اس طرح اگر ان چاروں محاذوں پر تناسب کے ساتھ کام ہو، اور سب کو ناگزیر سمجھ کر مربوط رکھا جائے، اور ایک دوسرے کو رقیب سمجھنے کے بجائے رفیق سمجھا جائے تو حالات بہت تیزی سے بدل جائیں گے۔

عقیدۂ توحید کی حفاظت میں نماز کی اہمیت و تاثیر

شمس الحق ندوی

توحید کے بعد دین اسلام میں چار بنیادی ارکان ہیں۔ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ اور حج۔ روزہ سال میں ایک ماہ ایک مرتبہ فرض ہے، زکوٰۃ سال میں ایک مرتبہ فرض ہے وہ بھی سب پر نہیں ان پر جو صاحب نصاب ہیں۔ حج عمر میں ایک مرتبہ فرض ہے۔ ان میں نماز کا لفظ اتنا عام ہے اور اس قدر بولا دیکھا اور دن میں ایک نہیں پانچ پانچ مرتبہ اس کی صدا لگائی جاتی ہے اور فضا میں اس صدا کے گونجتے ہی مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد مسجد کی طرف چل پڑتی ہے۔ عقیدۂ توحید یعنی دین اسلام کو قبول کرنے کے بعد جو عبادت بار بار نگاہوں میں پھرتی یا اکثر دیکھنے میں آتی ہے وہ نماز ہی ہے۔ اکثر کا لفظ ہم نے اس لئے لکھا کہ بہت سے علاقوں یا کالونیوں میں جہاں مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے اور وہ غیر اسلامی ماحول میں گھرے ہوئے ہیں۔ ان کو نماز کی اہمیت کا علم ہی نہیں ہوتا۔ اور کسی درجہ میں ہوتا بھی ہے تو ماحول کے اثر سے وہ اس کی طرف سے لاپرواہی اور غفلت برتتے ہیں۔ بلکہ کچھ ماڈرن لوگ تو نعوذ باللہ مسلمان ہونے کے باوجود اس کو تدلت پرستی یا ملائیت تصور کر کے پڑھتے ہی نہیں ہیں ایسی جگہوں پر نماز کا وہ منظر سامنے نہیں آتا جس کا اوپر ذکر ہوا جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ایسے ماحول میں پروان چڑھنے والے بچے سرے سے نہ یہ کہ اپنے دین سے بیگانہ ہوتے ہیں بلکہ ماحول سے متاثر ہو کر غیر قوموں کے مذہب یا رسم و رواج کو اپنا لیتے ہیں اس طرح وہ سرے سے خود عقیدۂ توحید تک سے محروم ہو جاتے ہیں، نماز اور دیگر اسلامی شعائر کا تو ذکر ہی کیا؟

مثال کے طور پر ایک واقعہ کا ذکر کر دینا نماز کی اہمیت کو ظاہر کرنے اور ایسے ماحول میں رہنے والے مسلمان والدین کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔

ہمارے بہت قریب کے دوست نے یہ عبرتناک واقعہ سنایا کہ ایک کالونی میں جہاں غیر مسلموں کی اکثریت تھی۔ وہاں ایک مسلمان خاندان رہتا تھا جو نماز نہیں پڑھتا تھا جب وہ نماز ہی نہیں پڑھتا تھا تو کسی اور عنوان سے اللہ و رسول یا دین اسلام کا کیا تذکرہ ہوتا۔ (اس قصہ سے نماز کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے) جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی ایک کمسن بچی جو اسکول میں پڑھنے جاتی تھی۔ اور کالونی کے گھروں میں بھی اپنی ہم عمر لڑکیوں کے ساتھ آیا جایا کرتی تھی گھر میں تو اس نے کچھ دیکھا نہیں تھا، وہاں دیکھا کہ کوئی مورتی رکھی ہے، جس کی گھر والے اور اس کی ہم عمر لڑکیاں پوجا کرتی ہیں۔ اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہوتی ہیں۔ اس مسلمان بچی کو یہ بات پسند آگئی لہٰذا وہ ایک مورتی اپنی ایک سہیلی کے ساتھ بازار سے خرید لائی۔ اور گھر کے ایک کونے میں جہاں ماں باپ کی آمد و رفت کم ہوتی تھی وہاں مورتی رکھ دیا۔ اور خاص خاص اوقات میں ماں باپ سے نظر بچا کر اس کی پوجا کرتی تھی۔ اتفاق سے ایک دن ماں کی نظر پڑ گئی یہ منظر دیکھکر وہ حیرت میں پڑ گئی۔ اس لئے کہ بہرحال عقیدۂ توحید تو دل میں تھا ہی۔ اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کرے۔ لہٰذا خاموشی کو ترجیح دی اور لڑکی کو اپنے دیکھنے کا علم تک نہ ہونے دیا۔ اس کا ذکر اس نے اپنے شوہر سے کیا اس کو بھی حیرت ہوئی اور نظر بچا کر اس نے بھی ایک مرتبہ اس منظر کا مشاہدہ کیا اور سخت فکر مند ہوا۔ بہرحال ایمان کی رمق تو باقی تھی۔ اس حیرتناک واقعہ سے میاں، بیوی دونوں شدید الجھن میں پڑے اور بچی کے ایمان و عقیدہ کی فکر ہوئی

دونوں غور و فکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس میں بچی کی کوئی غلطی نہیں ہے غلطی ہم لوگوں کی ہے کہ نہ ہم لوگ نماز پڑھتے ہیں نہ دین و ایمان کی باتیں کرتے ہیں تو بچی نے جو دیکھا اس کو اپنی سہیلیوں کی نقل میں اختیار کیا لہٰذا بچی کو کچھ تنبیہ کرنے کے بجائے طے کیا کہ اس کا علاج یہ ہے کہ ہم تم نماز پڑھنے لگیں، گھر میں اللہ و رسول کا ذکر ہو اس سے یہ بچی خود بہ خود مورتی پوجا کو چھوڑ دے گی، چنانچہ یہی ہوا ماں باپ نے جب نماز پڑھنا شروع کیا۔ اور اللہ و رسولؐ کا ذکر گھر میں ہونے لگا تو بچی نے مورتی پوجا چھوڑ دی اور دین کی باتیں معلوم کرنے لگی۔

یہ ہے نماز کی اہمیت کہ چاہے وہ کتنی ہی بے جان ادا کی جائے لیکن اپنا اثر دکھاتی ہے اور ماحول پر اثر ڈالتی ہے۔

حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ نے نماز کی اس اہمیت کو بڑی اچھی مثال کے ذریعہ بیان کیا ہے جو دو دو چار کی طرح ذہن میں اتر جاتی ہے "بقاء شریعت کا راز" کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں۔

"مثلاً پانچ وقت کی نمازیں ایسی ہیں جیسے کسی دریچہ کمال میں پانچ کیلیں لگی ہوں۔ اگر یہ کیلیں الگ ہوجائیں تو وہ دریچہ کمال سے جُدا ہوکر گر جائے" جیسے خود ابلیس گر گیا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ یہ پانچ نمازیں کس طرح پانچ کیلوں کی طرح ہیں جن سے کمال کا یہ دریچہ تھما ہوا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا پہچاننا انسان کی طاقت میں نہیں، یہ درحقیقت ایسا ہی ہے جیسے اشیا اور ادویہ کے خواص عقل اس کی وجہ دریافت نہیں کرسکتی جیسے "سنگ مقناطیس" لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ اس کا سبب کیا ہے

نماز کی اہمیت کا یہی راز ہے کہ وہ چاہے جس طرح ادا کی جائے دن میں پانچ مرتبہ اس کا ادا کرنا توحید رب (ایک خدا) کے عقیدہ کو تھامے رہتا ہے اس کے ہوتے ہوئے مسلمان شرک و بت پرستی کا شکار نہیں ہوسکتا وہ معصوم بچے جن پر ابھی نماز فرض بھی نہیں ہے ان کے متجسس ذہنوں میں جو بچہ کی فطرت و خمیر میں شامل ہے، غیر شعوری طور پر اس کے اندر ایک خدا کا تصور پیدا کرتا ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا بالکل معصوم بچے ماں باپ کو نماز پڑھتے دیکھ کر جس حال میں بھی ہوتے ہیں مصلے پر کھڑے ہوجاتے ہیں اور ماں باپ کی نقل کرتے ہیں پھر بڑے ہونے پر یہی چیز ان کے اندر دبی ہوئی صلاحیت کو ابھارتی ہے اور کفر و شرک سے بچاتی ہے۔ اور خود بہت سے بڑی عمر کے مسلمان مرد و عورت جو نماز نہیں بھی پڑھتے۔ نماز کا یہ ماحول ان کے اندر توحید رب کے عقیدہ کو تھامے رہتا ہے [1]

شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ ایک دوسری بڑی بلیغ مثال کے ذریعہ اس کو اس طرح واضح کرتے ہیں "اس کو ایسا سمجھو کہ ایک شخص نے ایک پہاڑ کی چوٹی پر محل تعمیر کیا۔ وہاں انواع و اقسام کی نعمتیں جمع کیں۔ جب اس کا اخیر وقت ہوا تو اس نے لڑکے کو وصیت کی کہ اس محل میں جو ترمیم و تصرف چاہنا کرنا لیکن اس خوشبودار گھاس کا ایک حصہ جو میں چھوڑ کر جا رہا ہوں وہ چاہے خشک ہوجائے اس کو باہر نہ کرنا جب پہاڑ کی چوٹی پر بہار آئی تو پہاڑ و میدان سب سرسبز ہوگئے۔ بہت سی تازہ اور خوشبودار گھاس پیدا ہوگئی جو اس پرانی گھاس سے زیادہ تر و تازہ تھی اس میں سے بہت سی گھاس اور پھول اس محل میں آئے جن کی خوشبو نے سارے محل کو معطر کردیا۔ اور ان کے سامنے اس پرانی سوکھی ہوئی گھاس کی خوشبو دب گئی۔ لڑکے نے سوچا کہ میرے والد نے یہ پرانی گھاس اس محل میں اس لئے رکھی تھی کہ اس کی خوشبو پھیلے اور یہ جگہ اس سے معطر ہو، اب یہ سوکھی گھاس کس کام آئے گی۔ اس نے حکم دیا کہ اس گھاس کو باہر پھینک دیا جائے۔ جس وقت محل اس گھاس سے خالی ہوگیا ایک کالے سانپ نے سوراخ سے سر نکالا اور لڑکے کو ڈس لیا اور اس کا کام تمام ہوگیا۔ سبب اس کا یہ تھا کہ اس گھاس کے دو فائدے تھے: ایک یہ کہ وہ خوشبو دے اور دوسرے اس میں یہ خاصیت تھی کہ وہ جہاں ہوتی ہے سانپ اس کے قریب نہیں جاسکتا گویا وہ سانپ کا تریاق تھا۔ یہ خاصیت کسی کو معلوم نہیں تھی۔ لڑکے کو اپنی ذہانت پر ناز تھا۔ وہ سمجھا کہ جو اس کے معلومات کے دائرے میں نہ ہو گویا کہ قدرتِ خداوندی کے خزانہ میں موجود نہیں ہے، اس کو اس آیت کا مفہوم نہیں معلوم تھا۔ "وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا" وہ اپنی ذہانت کے غرہ میں مارا گیا۔ [2]

یہی حال نماز کی تاثیر کا ہے وہ جیسی بھی ٹوٹی پھوٹی ادا ہو عقیدۂ توحید کو زندہ رکھتی ہے۔ اور شرک و بت پرستی سے بچاتی ہے، جن کا اختیار کرنے والا ہمیشہ ہمیش جہنم ہی میں رہے گا۔ لہٰذا نماز کی پابندی کا ہر مسلمان کو اہتمام کرنا چاہئے کہ اگر یہ نہ کیا گیا تو ہمارے گرد و پیش کا ماحول ہماری نئی نسل کو دیوی دیوتا اور مورتی کی پوجا کی راہ پر لے جائیگا جس کی ایک کھلی ہوئی اور واضح مثال کا واقعہ ہم اوپر ذکر کرچکے ہیں۔

باقی جہاں تک نماز کی فضیلت، اہمیت اس پر اجر و ثواب اور "نماز کا مسلمان کی معراج" ہونے کا تعلق ہے بندے اور رب کے درمیان اس کا جو ربط و تعلق اور لطف و مزہ ہے اس کی تفصیل کے لئے ہم قاری کو نہایت خلوص کے ساتھ مشورہ دیں گے کہ وہ مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی معرکۃ الآراء کتاب "ارکانِ اربعہ" کو (بالخصوص نماز کا باب) ضرور پڑھیں۔ جب یہ کتاب طبع ہوکر آئی اور لوگوں کے ہاتھوں میں پہونچی تو بعض بڑے علماء اور بزرگوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ آپ کی کتاب پڑھ کر ہماری نماز کی کیفیت بدل گئی۔ نماز کے لئے تیاری، وضو، پھر مسجد کی طرف چلنے اور صفِ اول اور تکبیر تحریمہ میں شریک ہونے کے کیا فضائل ہیں اس کی تفصیل طویل ہے اس وقت تو ہم صرف یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ نماز جیسی بھی ادا ہو عقیدۂ توحید کو باقی رکھنے اور دینی شعائر کی حفاظت میں اس کا کتنا بڑا دخل ہے قرآن کریم میں اس کی بار بار تاکید آئی ہے اور حدیث پاک میں آیا ہے کہ کفر اور اسلام میں حدِ فاصل نماز ہی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی وہ کافر ہوگیا) علماء نے اس کا مطلب یہ بیان فرمایا کہ نماز چھوڑ کر گویا اس نے کافر والا کام کیا۔ تمام عبادتوں میں نماز ہی وہ فرض عبادت ہے جو چوبیس گھنٹوں میں پانچ مرتبہ ادا کر کے کفر سے دور رکھتی ہے اور اس سے محفوظ رکھتی۔ امید ہے کہ یہ مختصر مضمون ہمارے قارئین کے ذہنوں میں نماز کی اہمیت کو اچھی طرح بٹھائے گا۔ اور وہ اس کا خود بھی اہتمام کریں گے۔ اور دوسرے بھائی بہنوں کو اس پر آمادہ بھی کریں گے اس وقت دنیا کا جو ماحول بن رہا ہے وہ سراسر الحاد و بے دینی کا ماحول ہے۔ اگر ہم نے اس کی فکر نہ کی تو ہماری آنے والی نسل ایمان سے بھی محروم ہوجائے گی۔

اخیر میں حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ رحمۃ اللہ علیہ کے دمِ واپسیں کے وقت کی دُعا نقل کرتا ہوں کہ امتِ مسلمہ اس وقت جن حالات سے دوچار ہے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اپنے فضل کا معاملہ فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ
اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ
اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّۃِ مُحَمَّدٍ
اَللّٰھُمَّ تَجَاوَزْ عَنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ
اَللّٰھُمَّ اَغِثْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ
اَللّٰھُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ
اَللّٰھُمَّ فَرِّجْ عَنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ فَرَجًا عَاجِلًا اَللّٰھُمَّ اخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

"اے اللہ امت محمدیہ پر رحم فرما۔ اے اللہ امت محمدیہ کو معاف فرما دے۔ اے اللہ امت محمدیہ سے درگذر فرما۔ اے اللہ امت محمدیہ کی فریاد سُن لے۔ اے اللہ تو اس کا حامی و مددگار ہوجا۔ جو امت محمدیہ کا حامی و مددگار ہو۔ اے اللہ تو امتِ محمدیہ سے مصائب کو جلد دور فرما۔ اے اللہ اس کو ذلیل و رسوا فرما جو دین محمدی کو پامال کرے (یا اس کی کوشش کرے) اے سب رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے (مولا) تو رحم فرما۔
(آمین یارب العالمین)

[1] تاریخ دعوت و عزیمت جلد سوم صـ ۳۰۵
[2] تاریخ دعوت و عزیمت جلد سوم صـ ۳۰۶،

(بقیہ)
مفاہمت کیسے ممکن ہو؟

دوسرا ان کا مخالف۔ تو ان میں اتفاق کی سبیل کیا ہوسکتی ہے اور جب ایک فریق چند ثابت شدہ تصورات کا منکر ہو اور دوسرا ان کا قائل و متبع، تو پھر دونوں میں ہم آہنگی اور سمجھوتہ کیونکر ہوسکتا ہے۔

.. یورپ کے مفکرین، حکام، سیاسی قائدین کے ساتھ معاملہ کرنے میں سب سے بڑی رکاوٹ اور دشواری یہی ہے اور اس کو دور کئے بغیر سمجھوتہ اور اتفاق رائے بس ایک خواب و خیال ہی ہے۔ اتفاق کی شکل صرف غلامی ہے اور یہی غلامی یورپ کو مطلوب ہے، اور نئے نظام کا مطلب و مقصد یہی ہے کہ ساری دنیا اپنے اقدار چھوڑ کر مغربی تصورات کی پابند ہوجائے۔

(بقیہ)
شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے

جو صرف قرآن کا معجزہ ہے۔ افسوس ہے کہ دنیا اس نور سے محروم ہے۔ قلم کے آخری حصّہ میں نو مسلموں نے مغربی سوسائٹی کی مشکلات و مسائل اور ان کے اسلامی حل کا تذکرہ کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ غیر اسلامی سوسائٹی جس جنسی انارکی اخلاقی فساد، مالی بحران، اور اعصابی امراض میں گرفتار ہے۔ ان سے نجات صرف اسلام ہی دے سکتا ہے

جنّت کا راستہ

خطاب : ———— • حضرت مولانا محمد ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم

اصلاح معاشرہ کے عنوان سے ایک جلسہ رسول پور آنٹ ہردوئی میں ۲۲ر نومبر ۲۰۰۰ء کو منعقد ہوا تھا جس میں حضرت مولانا محمد ابرار الحق صاحب ناظم اشرف المدارس ہردوئی اور حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے خطاب فرمایا تھا۔ ذیل میں ہم حضرت مولانا محمد ابرار الحق صاحب کا خطاب افادۂ عام کی غرض سے پیش کر رہے ہیں اس کے اندر اصلاح حال کا پیغام بھی ہے اور اعمال صالحہ کی ترغیب بھی۔ اور سنتوں کی تعلیم بھی ہے۔ اور جنّت کا شوق بھی دلایا گیا ہے
ادارہ حافظ مصباح الدین صاحب کا ممنون ہے کہ انھوں نے یہ اہم خطاب ٹیپ ریکارڈ سے نقل کرا کر ادارہ کو دیا۔ (ادارہ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْد! اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا

میرے عزیزو اور دوستو! یہ جو اجتماعات ہوتے ہیں، دینی جلسے ہوتے ہیں اور دینی مدارس ہیں، دینی جدو جہد ہے، تعلیم و تصنیف ان سب کا مقصد کیا ہے؟ ان سب کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے اور دنیا اور آخرت سنور جائے دراصل دنیا سے جو جاتا ہے اس کے ساتھ اس کے اعمال جاتے ہیں وہ اپنے اعمال کی وجہ سے جنّت یا جہنّم کا مستحق ہوتا ہے۔ جتنے حضرات تشریف فرما ہیں ان کا مقصد عظیم کیا ہے! یہی کہ جب ہم دنیا سے جائیں تو جنّت پہونچیں اور جہنّم سے بچ جائیں۔ لہٰذا اس کے لئے ہمیں پہلے اللہ کو راضی کرنے والے اعمال صالحہ اختیار کرنے ہوں گے۔

میرے عزیزو اور دوستو! ہر انسان کا ایک مقصد ہوتا ہے، ہم لوگ یہاں سے اس جلسہ سے اپنے اپنے گھروں کو واپس جائیں گے تو تین باتیں ہر ایک کے ذہن میں ہوں گی تین صورتیں ہیں اس کی گھروں کو واپس جانا ہے تو کیا عزّت کے ساتھ جائیں یا ذلت کے ساتھ ،،ایک ہے کلفت و پریشانی کے ساتھ جائیں یا راحت و آرام کے ساتھ۔

عزت و ذلت کا مفہوم اور اس کی حقیقت کیا ہے؟ وہ ایک مثال سے سمجھ میں آجائے گی۔ ایک شخص بس میں جا رہا ہے، ۴ر۶ر۸ اوباش قسم کے لوگ داخل ہو گئے، اس میں کچھ اچھلنے والے، کچھ شرارت کرنے والے لوگ ہیں دونوں ایک جگہ جا رہے تھے، پیچھے سے کسی نے چپت لگادی وہ مُڑ کے دیکھتا ہے، دوسرے نے ادھر سے چپت لگادی، پھر ادھر دیکھتا ہے تو تیسرے نے چپت لگادی، آٹھ سات ایک طرح کے لوگ اور یہ بیچارہ اکیلا، تو سفر تو ہو رہا ہے لیکن ذلت کے ساتھ۔ اور ایک صورت یہ ہے کہ بس میں لٹک کرکے جائے کھڑا ہو کر کے جائے، سفر تو ہو رہا ہے، عزت ہے، کوئی کچھ نہیں کہہ رہا ہے لیکن کلفت و پریشانی کے ساتھ سفر ہو رہا ہے، اس لئے کہ لٹک کے جا رہا ہے، تکلیف کے ساتھ جا رہا ہے، تیسری بات یہ ہے کہ یہاں سے جو آپ لوگ واپس جائیں، تو دیر میں پہونچیں یا جلدی، بس میں جائیں تو ہر ایک یہ چاہے گا کہ بس بخیریت جائے پنچر وغیرہ نہ ہو، ہر شخص چاہتا ہے کہ عزت اور راحت کے ساتھ جائیں، عجلت کے ساتھ اپنے گھر پہونچیں، ہر مقصد کے لئے یہ تین باتیں ذہن میں ہوتی ہیں۔ اسی لئے مومنین کا جو مقصد ہے، مقصد عظیم ہے، یعنی جنّت میں پہونچنا، اس کے بھی دو راستے ہیں۔ میرے عزیزو! ایک تو عزت سے پہونچیں، ایک ذلت سے پہونچیں، ایک راحت سے پہونچیں، ایک کلفت سے پہونچیں، ایک عجلت سے پہونچیں اور جلدی پہونچیں، اس لئے میرے عزیز دوستو! ایک تو

جانے کی صورت یہ ہے کہ جب دنیا سے جائیں تو قبر ہی سے سختی کا معاملہ شروع ہو جائے۔ ایسی صورت ہوگی، بعض لوگ قبر کے عذاب میں مبتلا ہوں گے، قبر میں تکلیف ہے، برزخ میں تکلیف ہے، میدان محشر میں جب اس کا اٹھنا ہو وہاں سے وہ سفر کرے اور جب وہ پل صراط پر سے گر جائے اور جہنم میں پہونچ جائے اور پھر اس کی سفارش ہو انبیاء کرام کی سفارش ہو حفاظ کرام کی سفارش ہو، شہدائے کرام کی سفارش ہو پھر جنّت میں پہونچے، ایک طریقہ جنّت میں پہونچنے کا یہ ہے، دوسرا طریقہ یہ ہے جیسے ہی دنیا سے رخصت ہو قبر ہی سے آرام شروع ہو جائے، حدیث پاک میں آتا ہے کہ قبر دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے یا جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ تو میرے عزیز دوستو! قبر میں بھی آرام و راحت ہے، برزخ میں بھی آرام و راحت ہے، میدان محشر میں بھی آرام و راحت ہے اور جب پل صراط سے گذرنا ہو تو ایک راکٹ اور بجلی کی طرح اس پر سے تیز رفتاری کے ساتھ پار ہو کر جنّت میں پہونچے گا۔ ایک یہ طریقہ ہے، کون سا طریقہ چاہتے ہو، پہلا طریقہ یا دوسرا طریقہ، تکلیف و مصیبت اور پریشانی کے ساتھ جنّت پہونچے یا آرام و راحت اور عزت کے ساتھ جنّت پہونچے، یقیناً سبھی لوگ راحت کے ساتھ جنّت پہونچنا چاہتے ہیں۔

میرے عزیز دوستو! عزّت سے پہونچے، راحت سے پہونچے، عجلت سے پہونچے، جنّت ہمارا مقصد ہے، اس کا طریقہ قرآن میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ بتا دیا ہے کہ میرے احکام کی پابندی کرو، اور میرے رسولؐ کی سنّت کو اختیار کرو، عمل صالح کو لازم پکڑو، اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا (سورۂ کہف)

جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح اختیار کیا، اور وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور وہاں سے مکان بدلنا نہ چاہیں گے، وہ جنت میں اللہ کے مہمان ہوں گے۔

میرے عزیز دوستو! ایک شخص نے سوال کیا، اس میں تو عزت، راحت، عجلت کا ذکر نہیں ہے، میں نے کہا اچھا بتلاؤ تم اپنے مہمان کو کس طرح لاتے ہو، عزت سے لاتے ہو یا ذلت سے لاتے ہو، کہا عزت سے لاتے ہیں، عجلت سے لاتے ہو خود تو رکشے پر چلتے ہو مہمان کو کار پر لاتے ہو، اور عجلت کے ساتھ لاتے ہو، جلد سے جلد چاہتے ہو، تو اب اگر کوئی کسی رئیس کا مہمان ہو تو کتنی عزت ہوگی، کتنی راحت ہوگی اور کتنی عجلت ہوگی، اور اگر وہ بادشاہ کا مہمان ہو تو کتنی عزت، کتنی راحت، کتنی عجلت ہوگی؛

میرے عزیز دوستو! اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنے نیک، صالح فرمانبردار بندے کا اکرام و اعزاز فرماتے ہیں۔ اور اس کو عزت و راحت عطا فرماتے ہیں۔ اس لئے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کیا ہے اس کے رسولؐ کی سنتوں کو گلے لگایا ہے اور اپنی زندگی کے تمام کاموں میں سنّت کو زندہ رکھا ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ نے "جزاء الاعمال" میں سنّت و اطاعت کے سلسلہ میں، ہر قسم کے فائدے لکھے ہیں۔ ان میں سے ایک بڑا فائدہ رزق کی برکت کا ہے یعنی سنتوں پر عمل کرنے سے رزق میں بڑی برکت ہوتی ہے۔

آج کل معاش کے اعتبار سے لوگ بہت پریشان ہیں، گناہوں کی وجہ سے معاشی تنگی میں مبتلا ہیں اور تدبیریں کرتے ہیں، کاروبار کرتے ہیں سارے کے سارے، لیکن جو چیز انسان کے معاش کی درستگی کے لئے بتائی گئی ہے اس پر عمل کرنا ضروری ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا کہ تقویٰ اختیار کرو۔ (وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ) ترجمہ:۔ اور جو کوئی ڈرتا ہے اللہ سے وہ کر دے اس کا گذارہ اور روزی دے اس کو جہاں سے اس کو خیال بھی نہ ہو۔

اس لئے اللہ سے ڈرو، گناہ سے بچو، گناہ سے رزق میں تنگی ہو جایا کرتی ہے۔

حدیث پاک میں ہے کہ جو شخص سورۃ واقعہ مغرب کے بعد پابندی سے پڑھے تو فاقہ نہیں ہوگا۔

میرے عزیز دوستو! دنیا کے سفر کے لئے جائداد کی ضرورت ہوتی ہے، آخرت کے سفر کے لئے سنّت پر عمل کی ضرورت ہوتی ہے اگر سنت پر عمل کروگے تو عزت، راحت عجلت کے ساتھ جنّت پہونچوگے انشاء اللہ تعالیٰ۔

اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو اعمال صالحہ اختیار کرنے سنتوں کو زندہ کرنے، اور رزق حلال حاصل کرنے کی توفیق سے نوازے، اور اپنے خاص فضل و رحمت سے جنت الفردوس عطا فرمائے

(نوٹ) مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کی تقریر کافی عرصہ قبل تعمیر حیات میں شائع ہو چکی ہے۔

ذکرِ رسولؐ کی عظمت و رفعت

● حافظ محمد ثانی

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (القرآن)

اور اے نبی ہم نے آپؐ کے ذکر کو بلند کر دیا۔

یکر سیاہی نورِ رُخِ آفتاب سے
لکھنا ہے وصفِ حُسنِ رسالت مآبؐ کا

جس طرح دین اسلام اپنی تعلیمات کی ابدیت اور جامعیت کے لحاظ سے دیگر مذاہب عالم پر ممتاز ہے اسی طرح رحمت للعالمین، پیکرِ خلقِ عظیم شفیع المذنبین، امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی تعلیمات کے نمونۂ عمل ہونے کے لحاظ سے دیگر انبیاءؑ و رسل پر ممتاز و منفرد مقام حاصل ہے۔

رسولوں میں محمد مصطفیٰؐ تم سب سے برتر ہو
قسیمِ آبِ کوثر ہو، شفیعِ روزِ محشر ہو
(منشی روپ کشور ناگی سہارن پوری)

یہ پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہی ہے کہ آپ کے علاوہ کسی اور پیغمبر کی زندگی کے چند خاص واقعات کے سوا انکی سوانح حیات اور اخلاق و سیرت محفوظ نہیں۔

فخرِ موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے بارے میں اتنا لکھا جاچکا ہے کہ یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ اتنا کسی اور شخصیت کے بارے میں نہیں لکھا گیا آپؐ کی حیات طیبہ کے ایک ایک گوشہ کو مورخین اور ارباب سیر نے دنیائے اسلام کے سامنے پیش کیا۔ جوں جوں زمانہ نے ترقی کی اسی رفتار سے آپؐ کی ذات سراپا کمالات کی اہمیت بڑھتی رہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے لیکر عصر حاضر تک ہر زمانہ، ہر ملک اور ہر زبان میں آپؐ کی سیرت اور حیاتِ طیبہ پر ہزاروں کتابیں لکھی جاچکی ہیں۔

مسلم ارباب سیر اور تاریخ نگاروں کو چھوڑ دیں کہ ان کا تو دین و ایمان ہی سرورِ کونینؐ کی غلامی ہے۔ غیر مسلموں نے ہندو، سکھ، عیسائی بدھسٹ اور دیگر غیر مسلم اقوام نے آپؐ کی سیرت طیبہ کو اجاگر کیا۔ اور عظیم الفاظ میں آپؐ کو خراج تحسین پیش کیا جو تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں۔

سب مانتے ہیں ان کو مسیحا نفس کہ وہ
عرش سے اُترے تھے دستِ شفا کے ساتھ

معروف ہندو شاعر منوہر لال دل کہتے ہیں!

کیا دل سے بیاں ہو ترے اخلاق کی توصیف
عالم ہوا مداح ترے لطف و کرم کا

ہندو شاعر مجبور جلالوی، منشی لالہ چھتر ومل اپنی نعت میں معترف صد تحسین و آفریں نظر آتے ہیں!

نبیٔ برحق تم ہو اور رحمۃ للعالمین تم ہو
رسالت ختم ہے تم پر کہ ختم المرسلیں تم ہو

نہ ہو کیوں کر دماغ اہلِ زمیں کا عرشِ اعظم پر
کہ تم فخرِ بنی آدم ہو اور فخرِ زمیں تم ہو

تمہیں مجبور سب دادِ سخن کیونکر نہ دیں دل سے
کہ دل اور جان سے مدحت سرا شاہِ دیں تم ہو
(نور سخن ص ۱۹۷ ر نور احمد میرٹھی)

منشی شمبھو پرشاد کہتے ہیں!

ذرّے ذرّے اس در کے کیا سیارے کیا شمس و قمر
جلوہ آرا شش جہت میں ہے ضیائے مصطفیٰؐ
شافع محشر ملا ہے کس پیمبر کو خطاب
کون محبوبِ الٰہی ہے سوائے مصطفیٰؐ
آدمی کیا! مدح کر سکتے نہیں جن و ملک
حق تعالیٰ آپ کرتا ہے ثنائے مصطفیٰؐ
آسماں پر لوگ کہتے ہیں جنہیں شمس و قمر
زیب ہے کہیئے کہ ہیں یہ نقش پائے مصطفیٰؐ
(نور سخن ص ۲۳۴ و ۲۳۵)

انگریزی زبان میں پروفیسر ڈی۔ ایس مارگولیوتھ (D.S. MARGOLIOTH) کی کتاب "MUHAMMAD AND THE RISE OF ISLAM" سے جو ۱۹۰۵ء میں نیویارک سے "ہیروز آف دی نیشن" کے سلسلہ میں شائع ہوئی زیادہ زہریلی کتاب سیرت پر انگریزی زبان میں نہیں لکھی گئی۔ اس شخص نے ہر واقعہ کے متعلق انتہائی سند بہم پہونچا کر اس کو بگاڑ کر دکھانے کی ہر ممکن کوشش کی تاہم وہ بھی اپنی مذکورہ کتاب کے مقدمہ میں اس حقیقت کے اعتراف سے باز نہ رہ سکا اور اس کی کتاب کے مقدمہ کا ابتدائی جملہ ضرب المثل اور ایک آفاقی حقیقت کی حیثیت رکھتا ہے۔

اپنی کتاب کا آغاز کرتے ہوئے وہ رقمطراز ہے!

"محمدؐ کے سوانح نگاروں کا ایک طویل سلسلہ ہے جس کا ختم ہونا ناممکن ہے لیکن اس میں جگہ پانا قابلِ عزت و تکریم ہے۔"

انسائیکلو پیڈیا امریکانا اعتراف حقیقت کے طور پر لکھتا ہے!

"MUHAMMAD WAS BORN

WITHIN THE FULL LIGHT OF HISTORY" محمدؐ تاریخ کی مکمل روشنی میں پیدا ہوئے"
(THE ENCYCLOPEDIA AMERICANA (1961) VOL 19. P. 292)

ہارٹ مینخائیل (HAURT. M) لکھتا ہے!

قارئین میں سے ممکن ہے کچھ لوگوں کو تعجب ہو کہ میں نے جہاں کی مؤثر ترین شخصیات میں محمدؐ کو سرِ فہرست کیوں رکھا ہے۔ اور مجھ سے وجہ طلب کریں گے حالانکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ پوری انسانی تاریخ میں صرف وہی ایک انسان تھے جو دینی اور دنیاوی اعتبار سے غیر معمولی طور پر کامیاب و کامران اور سرفراز ٹھہرے دیکھئے۔

AUTHOR OF
"THE LOO"
ARANKING OF THE MOST INFLUENTIAL PERSONS IN HISTORY. HART PUBLISHING Co NEWYORK 1978

مسٹر شانتارام پیغمبر اسلام کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں!

"میں نے اپنی زندگی کا زیادہ تر حصہ مشاہیر کی سوانح حیات پڑھنے میں صرف کیا ہے میں پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ حضرت محمدؐ ایک عظیم انسان ہیں کہ جن کے مقابلہ کا انسان روئے زمین پر نظر نہیں آتا۔ (محمدؐ کا جیون چرتر / مسٹر شانتارام)

جان ڈیون پورٹ (JAHN DEVENPORT) نے ۱۸۶۹ء میں انگریزی زبان میں سیرت طیبہ پر ایک کتاب: بعنوان: "APOLOGY FOR MUHAMMAD AND THE QURAN" تصنیف کی جس کی ابتدا انھوں نے ان الفاظ سے کی ہے۔"

اس میں شبہ نہیں کہ تمام مصنفین اور فاتحین میں ایک بھی ایسا نہیں ہے کہ جس کے حالات زندگی محمدؐ کے حالات زندگی سے زیادہ ترمفصل اور سچے ہوں۔"

بیروت کے مسیحی اخبار "الوطن" نے سنہ ۱۹۱۱ء میں دنیا کے سامنے یہ سوال پیش کیا تھا کہ دنیا کا سب سے بڑا انسان کون ہے؟ اس کے جواب میں ایک عیسائی عالم داور مجاعص نے لکھا!

"دنیا کا سب سے بڑا انسان وہ ہے جس نے دس برس کے مختصر عرصہ میں ایک نئے مذہب، ایک نئے فلسفہ، ایک نئی شریعت اور ایک نئے تمدن کی بنیاد رکھی، جنگ کا قانون بدل دیا اور ایک نئی قوم پیدا کر دی اور ایک نئی طویل العمر سلطنت قائم کر دی۔ ان تمام کارناموں کے باوجود وہ امی اور ناخواندہ تھا۔

وہ کون؟!!!

محمد بن عبداللہ قریشی عرب اور اسلام کے پیغمبر

اے گیلیوم (A.GUILLUMM) رقمطراز ہے!

"تاریخ انسانی میں محمدؐ کا مقام سب سے بلند اور منفرد ہے (ISLAM)

فرانسیسی محقق ڈاکٹر گستاو لیبان (DR. G. LEBON) لکھتے ہیں!

"اگر اشخاص کی زندگی بزرگی، اور وقعت کا اندازہ ان کے کارناموں سے لگایا جاسکتا ہے تو ہم کہیں گے کہ حضرت محمدؐ کی شخصیت رجال التاریخ میں سب سے عظیم شخصیت گزری ہے۔ دیکھئے۔ (تمدن عرب ترجمہ CIVILIZATION DEPARABES)

ای ڈرمنگھم (E. DERMENGEM) اپنی کتاب "LIFE OF MUHAMMED" میں رقمطراز ہے!

"محمدؐ اس اعتبار سے دنیا کے واحد پیغمبر ہیں جن کی زندگی ایک کھلی کتاب کی طرح ہے ان کی زندگی کا کوئی گوشہ چھپا ہوا نہیں ہے بلکہ منور اور روشن ہے۔"

مائیکل ایچ ہارٹ (M.H. HAURT) پیغمبر اسلامؐ کو دنیا کے انتہائی با اثر افراد میں سرِفہرست قرار دیتے ہیں!

"محمدؐ دنیا کے انتہائی با اثر افراد میں سرِفہرست ہیں تاریخ میں محمدؐ وہ واحد انسان ہیں جو مذہبی اور دینی اور دنیاوی اعتبار سے کامیاب رہے۔"
(محمدؐ پیغمبر اسلام / پروفیسر راما کرشنا راؤ)

ممتاز ہندو سیرت نگار سوامی لکشمن پرشاد اپنی کتاب "عرب کا چاند" میں نبی اکرمؐ کی عظمت کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"دنیا کی ان جلیل القدر ہستیوں میں جن کے اسمائے گرامی ہاتھ کی انگلیوں پر شمار کئے جاسکتے ہیں رحمت للعالمین، شفیع المذنبین، سید المرسلین خاتم النبیین، باعثِ فخرِ موجودات، سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم احمد مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کئی اعتبار سے ایک خاص امتیاز حاصل ہے!

مزید لکھتے ہیں!

داعئ اسلام حضور انورؐ کو مصلحان عالم کی ایک بڑی تعداد پر اس خصوصیتِ امتیازی میں ایک خاص شرف و برتری حاصل ہے کہ آپؐ کا قول و فعل یکساں تھا۔ قول و فعل کا تطابق ایک ایسا مایہ ناز وصف اور کمیاب جنس ہے کہ بازار جہاں کی بڑی بڑی نادرۂ روزگار اور شہرۂ آفاق ہستیوں کی سوانح حیات میں بھی نایاب ہے، لیکن حضور انورؐ کا دامن ایسے بہت سے گوہر ہائے نایاب سے لبریز تھا جن کی درخشندگی سے کائنات کا ہر گوشہ روشن ہوسکتا ہے۔"

جی ڈبلیو لیٹنر (G.W. LEITNER) "MUHAMMADANISM RELIGIOUS. SYSTEMS OF THE WORLD" میں لکھتا ہے!

حقیقت یہ ہے کہ محمدؐ کی شخصیت اور ذات میں ایک ایسی کشش اور جاذبیت ہے جو کسی دور میں کم نہیں ہوگی، بلکہ کشش اور جاذبیت میں بنی نوع انسان کیلئے اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔"

لین پول (LANE POOL) لکھتا ہے!
روئے زمین پر محمدؐ جیسا دوراندیش اور صاحب بصیرت انسان کوئی دوسرا دکھائی نہیں دیتا۔
(STUDIES IN MOSQUE)

والٹیر (VOLTAIR) آپ کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے!
"اس سے بڑا انسان، انسانیت نواز دنیا کبھی پیدا نہ کر سکے گی
(PHYLOSOPHICAL DICTIONARY)

جن کے یہاں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقیدت نہیں ہے وہاں بھی مختلف زبانوں میں اب تک تقریباً پندرہ سو کتابیں لکھی جاچکی ہیں۔

یہ رحمت للعالمینؐ کی ذات بابرکات ہی کی عظمت ہے کہ صرف مسلمان ہی نہیں غیر مسلم بھی آپ کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں۔

معروف ہندو شاعر شیش چندر سکسینہ کہتے ہیں!

یہ ذات مقدس تو ہر انساں کو ہے محبوب
مسلم ہی نہیں دلبستہ دامانِ محمدؐ سے

رگھوپتی سہائے فراقؔ گورکھپوری کہتے ہیں!

معلوم ہے کچھ تم کو محمدؐ کا مقام
وہ امت اسلام میں محدود نہیں

کنور مہندر سنگھ بیدی سحرؔ شاعرانہ انداز میں کہتے ہیں!

عشق کسی سے ہو جائے کوئی چارہ تو نہیں
صرف مسلم کا محمدؐ پہ اجارہ تو نہیں

رو بیندر رو ہندر جین کہتے ہیں!

آپ کے ماننے والوں میں ضروری تو نہیں
صرف شامل ہوں مسلمان رسولِ اکرمؐ
گوپی امن ناتھ کو بھی فخر ہے کہ۔

شفیع امم رحمت عالمیں ہے
فقط وہ متاعِ مسلماں نہیں ہے

یہ آپ کی حیات طیبہ اور اخلاق حسنہ کی جاذبیت اور متاثر کن ہونے کی بین دلیل ہے کہ اس کے ادراک اور علم ہو جانے کے بعد غیر مسلم بھی اپنے تعصبات کے کچھار میں قید نہیں رہ سکتا، چنانچہ عصر حاضر میں جب سیاسی اور مذہبی مفاد پرستیوں سے ہٹ کر علمی و تحقیقی سطح پر دنیائے کفر کا رابطہ اسلام اور عالم اسلام سے ہوا تو پیغمبر اسلام کی عظمت کے اعتراف اور آپ کی ذات سے عقیدت کے اظہار کے جذبے نے یہاں کے محققین اور دانشوروں کی تحریروں کو بھی تعصبات کی زنجیروں سے رہائی دلائی۔

یورپ میں ایسی تحریروں کا آغاز فرانسیسی عالم بولین ولیئرز (BOULAINVILLIERS, H-S) کی سیرت طیبہ پر لکھی گئی تصنیف۔
(i) HISTOREPES ARABES- AVED LAVIE. DE MAHOMED (AMERSTERDAM. 1731)
(ii) VIE DE MAHOMED (1730)
سے ہوتا ہے۔

جبکہ برصغیر پاک و ہند میں سیرت خیر الانام پیغمبر اسلام پر تصنیفات اور نگارشات کی ابتداء انیسویں صدی کے آخر میں ہوئی جس کی مثال ہندو سیرت نگار "لالہ دنیا رام گولاٹی" کی کتاب "سوانح عمری محمدؐ" ہے۔ یہ کتاب واشنگٹن ارونگ (WASHINGTON IRVING) کی کتاب "LIFE OF MAHOMET (NEW YORK 1011) کا اردو ترجمہ ہے۔

وہ غیر مسلم مفکرین جنہوں نے مذہبی تعصب کے لبادے کو اتار کر سرورِ کونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا علمی سطح پر مطالعہ کیا۔ وہ آپ کی عظمت کے معترف نظر آتے ہیں۔

کیا دل سے بیاں ہو تیرے اخلاق کی توصیف
عالم ہوا مداح ترے لطف و کرم کا

بمبئی کے قارئینِ "تعمیرِ حیات" سے

بمبئی کے قارئینِ "تعمیرِ حیات" حضرات سے گذارش ہے کہ "تعمیرِ حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں اُن کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائیگی۔

ALAUDDIN TEA
Tea Merchants
44, Haji Building,
S.V. Patel Road, Null Bazar, Mumbai 400 003.
Tele: Add CUPKETTLE Tel.: 346 0220 / 346 8708
Tel.(R): 309 5852

۱۲ نمبر اور ۱۲×۷ کی
اسپیشل چائے استعمال کیجئے۔

ایک مطالعہ

دعوتِ اسلام، اقوامِ عالم اور برادرانِ وطن کے درمیان

مصنف: پروفیسر محسن عثمانی ندوی

از: پروفیسر وصی احمد صدیقی

پروفیسر محسن عثمانی ندوی نے اپنی اس بہترین کتاب کا انتساب اُن لوگوں کے نام کیا ہے، جو صاحبانِ فکر و نظر ہیں۔ اِدھر اُدھر ورق گردانی کرکے بالائے طاق نہیں رکھتے۔ اور اول سے آخر تک اس کا مطالعہ کرتے ہیں۔

انتساب کا یہ انداز بہت دلچسپ ہے مگر مجھے یقین ہے کہ پروفیسر صاحب نے عام کتابوں کے بارے میں یہ بات کہی ہے، وہ کتابیں جو خواہ کتنی عالمانہ ہو معلومات سے بھری ہوں اگر طرز تحریر سے پڑھنے والے کے دل میں کشش نہیں پیدا کرتیں تو کیوں وہ پوری کتاب پڑھے گا۔ وہ اپنی پسندیدہ کتابیں ڈھونڈھے گا اور پڑھنے کا لطف اٹھائے گا۔

یہ کتاب تو کوئی صاحب ذوق بغیر آخر تک پڑھے چھوڑ ہی نہیں سکتا۔ میں اپنا حال لکھتا ہوں کہ جب کتاب ختم ہوئی تو افسوس ہوا کہ یہ کیوں ختم ہوگئی۔ اس کتاب میں جن لوگوں کا بیان آیا ہے اُن کے صرف تصور سے انسانی دل و دماغ میں بلندی پیدا ہوتی ہے۔ لگتا ہے کہ زمین ایک مبارک اور پاک دنیا سے آئے ہوؤں سے آباد ہوئی ہے۔ ایک ایسے اقلیم کی سیر ہو رہی ہے جس کے باشندے فرشتے نہیں انسان ہیں مگر ایسے انسان جن کی کمندیں فرشتہ صید ہیں اور جو یزداں گیر ہیں۔ کیسے آفاقی۔ کیسے مثالی یہ لوگ ہیں جدھر دیکھئے شوکت اور جمال کا رنگ ملے گا ہر جگہ نیکی کی فتح بدی پر ملے گی۔ اور ماضی اور حال پر محیط ہونے کے ساتھ کیا مستقبل ہوگا۔ اُس کی پیشین گوئی بین السطور میں ملے گی گو یہ بھی خلش پیدا ہوتی ہے کہ ان کارناموں کا احیاء ناممکن تو نہیں مشکل ضرور ہے۔ ان باکمالوں نے اپنے زمانے پر جو اثرات مرتب کئے ہیں ایسا اثر ڈالنے والے لوگ نہیں ملیں گے۔ کتاب تاریخی واقعات ہی پر مشتمل ہے مگر تاریخ کی نہیں اس میں اعلیٰ درجہ کی صناعی ہے اور تاریخی دیانت۔ کہیں نیکی کو نیک تر اور بدی کو بدتر دکھانے کے لئے قلم کا زور نہیں دکھایا ہے۔ یہ تو صرف پیرایہ بیان ہے جو کتاب کو ہاتھ سے نہیں چھوڑنے دیتا۔ کہیں دل کو دماغ پر اور جذبہ کو فکر پر حاوی نہیں ہونے دیا ہے۔ مگر ٹھوس واقعات نے صوفیانہ ادراک کی شکل ضرور لے لی ہے۔

میں پھر دُہراؤں گا کہ نتائج اور احساسات جو اس کتاب میں بیان ہوئے ہیں وہ ذوق سلیم اور علم کی کسوٹی پر پورے اُترتے ہیں فطری اور حسین ہیں۔ مگر کہیں دیانت کی ڈگر سے الگ نہیں ہوئے ہیں۔

مصنف نے راستہ دیکھنے اور دکھانے کے لئے جو چراغ ہاتھ میں لیا ہے اس کو کلام پاک نے اس طرح بیان کیا ہے کہ یہ مبارک درخت زیتون کا تیل ہے جو نہ شرقی ہے نہ غربی۔ اور جس کے فانوس سے مختلف نور چھن رہے ہیں۔ اللہ نے اپنی صفت "جاننے والے" کے ایک پرتو اپنے بندہ کو بھی نوازا ہے۔

اس کتاب پر مقدمہ جناب مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب کا تحریر کردہ ہے جو انتہائی اثرانگیز اور علمی ہے، جس کا ماحصل یہ ہے کہ مشکلات و مسائل کا حل زندگی کے مسدود راہوں کو کھولنے کا واحد طریقہ اللہ کی رضا کے لئے نبیؐ کے طریق یعنی دعوت الی اللہ کو اپنی شناخت اور مقصد زندگی بنا کر اس کے لئے استطاعت بھر کوشش اور مجاہدہ کرنا ہے انھوں نے نتیجہ نکالا ہے کہ ملت کی ساری زبوں حالی محکومیت اور مرعوبیت کی بنیادی وجہ ماضی قریب میں اس عظیم فریضۂ دعوت سے غفلت اور اس عظیم صفت کا استخفاف ہے۔ پورا مقدمہ اس اجمال کی تفصیل ہے۔

مصنف کتاب نے جو انداز بیان اختیار کیا ہے وہ بڑا ہی دلچسپ ہے، علمی زبان ایسی پرلطف بھی ہو سکتی ہے اور نثر میں نظم کی موسیقی پرو دی جاسکتی ہے، یہ کمال مصنف نے غیر شعوری طور پر دکھایا ہے۔

پروفیسر صاحب حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کی طرح اقبالؔ سے بے حد متاثر ہیں اور شاعر مشرق کے اشعار کے ٹکڑوں کو اس طرح استعمال کیا ہے کہ جیسے وہ نگینہ کی طرح جڑ گئے ہوں، عقلی اور منطقی طور پر دعوت کی ضرورت اور اہمیت کو سمجھنے کے لئے اُن کا یقین ہے کہ حیات اور کائنات کے بارے میں اسلام کے نظریہ سے واقفیت ضروری ہے، جو قومیں فیضانِ سماوی سے محروم ہیں حیات اور کائنات

کا سِرِّ مکتوم ان کی سمجھ میں نہیں آسکا اور زندگی کی اُلجھی ہوئی ڈور اُن سے سلجھ نہیں سکی۔ پھر انھوں نے ابلیس کا چیلنج ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

"جب تو نے مجھے گمراہ کردیا تو میں بھی تیری سیدھی راہ میں ان کی تاک میں بیٹھوں گا۔ پھر ان کے پاس اُن کے آگے سے اور اُن کے پیچھے سے آؤں گا اور ان کے داہنی طرف سے اور بائیں طرف سے، اور تو اکثر آدمیوں کو شکر گزار نہیں پائے گا۔"

آدم اور ابلیس کی جنگ جاری ہے، آدم کی کمک پر اللہ نے اپنے پیغمبروں کو بھیجا۔ سرکارِ دو عالم کے تشریف لانے کے بعد انسان کو ابلیس کی شر سے بچانے اور ہدایت دکھانے کی ذمہ داری اُمّتِ مسلمہ پر ڈالی گئی ہے اور اس ذمہ داری کا نام دعوت و تبلیغ ہے۔

مصنف نے لکھا ہے کہ یہ پوری کتاب غیر مسلموں میں دعوت کی اہمیت اس کی تاریخ۔ حال کے جائزے اور مستقبل میں کام کے لائحہ عمل سے متعلق ہے۔ مصنف کا یہی مقصد ہے مگر اس کا فیض تو خود مسلمان اٹھائیں گے۔ وہ دیکھیں گے کہ اللہ کا پیغام پہنچانے اور اس کی طرف بلانے کا کام صرف ان ہی لوگوں پر محدود نہیں جن کے چہروں کے گرد نور کا ہالہ ہو، بیان اور عمل دونوں میں ہم آہنگی ہونی چاہیئے جو نیّت کے اخلاص اور علم کے بھرپور ہونے سے ہر داعی الی الخیر کے قابو کا ہے۔ کتاب تاریخ کی نہیں ہے کیونکہ کسی خاص زمانہ میں واقع شدہ کاموں کا بیان نہیں پوری کتاب مختلف موضوعات کے تحت ہے جو الگ الگ ہونے کے باوجود یکساں ہیں۔ سب کی فضا یکساں۔ سب کا پیغام یکساں فلسفۂ تاریخ سے یقیناً مناسبت رکھتی ہے۔ ابتدا اساسِ دعوت۔ قرآن، سیرتِ نبویؐ اور حیاتِ صحابہؓ سے ہے۔ بڑا ہی دل کو چھونے والا انداز ہے اور انتہائی منطقی ہے۔ دعوت کے لئے ایک گروہ کا ہونا لازمی ہے۔ سب سے گفت گو دعوتی گفتگو ہونی چاہیئے۔ دعوت کی راہ میں استقامت ہونی چاہیئے۔ حکمت کو اختیار کرنا چاہیئے اور نرمی سے بات کرنی چاہیئے۔ ایسے ہی موضوعات ہیں اور سب کے لئے کلام پاک کی آیتوں کو نقل کیا ہے۔ پھر احادیث کا بیان ہے۔ حضورؐ نے اپنے لئے فرمایا کہ میری اور تمہاری مثال پروانوں کی سی ہے کہ وہ آگ میں جلتے جارہے ہیں اور میں تم کو نکال نکال کر بچانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ قرآن اور حدیث کے مبارک بیان کے بعد سلاطین اور امراء کو دعوتِ اسلام کا بیان ہے خطوط جو مختلف بادشاہوں اور سرداروں کے نام حضورؐ نے بھیجے۔ کیسے ان بادشاہوں نے ان خطوط کے ساتھ معاملہ کیا۔ حضرت عمرو بن عاصؓ کی گفت گو شاہِ عمان سے اور ابوسفیان سے ہرقل کی گفت گو تاریخ میں افسانہ کا لطف پیدا کرتی ہے۔

پھر فاضل مصنّف نے صحابہ کرامؓ کے کارناموں کو بیان کیا ہے اور دعوتِ اسلام کے نمونے پیش کئے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے حضرت جعفر بن ابی طالبؓ تک بعض اصحاب کا بیان ہے۔ وہ مبارک بیان جن پر تاریخ گواہ ہے اور جن میں کہیں مبالغہ نہیں۔

یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ گو لوگ بدل جاتے ہیں۔ کیسے مسلمان عظیم سلطنتوں کے بانی ہو گئے۔ کیوں عیسائیوں نے اپنے دین پر دینِ اسلام کو ترجیح دی جب کہیں جبر کا شائبہ بھی نہ تھا۔ فاضل مصنف نے اُن کو نکتہ وار گنایا ہے۔ ایران کے متکبّر بادشاہ نے نامہ مبارک کے ٹکڑے کر دیئے، کیسے اس کی سلطنت کے ٹکڑے ہو گئے، کیسے مجوس ایمان لائے۔ وسط ایشیا کے باشندوں میں اسلام کیسے پھیلا۔ بربری قبائل کیسے ایمان لائے۔ تاتاری جن کے ظلم کی نظیر تاریخ میں نہ تھی اور حضرت انسان کی قبا کو جنھوں نے چاک کر دیا تھا۔ کیسے کعبہ کے پاسبان ہو گئے۔ پھر ترکی اور مشرقی یورپ کی باری آئی۔ کیسے ہسپانیہ میں اسلام پہونچا۔ کیسے اسلام نے چین تک کی مسافت طے کی۔ انڈونیشیا اور ملیشیا کے باشندوں نے اسلام قبول کیا۔ تاریخ اور جغرافیہ کا ایسا مرکّب مشکل سے کسی کتاب میں ملے گا۔ پڑھنے والا یکسانیت صرف پیغام میں محسوس کرتا ہے بیان میں نہیں۔

اب ڈاکٹر صاحب اپنے ملک میں اسلام کے آنے کو بیان کرتے ہیں۔ اور بتاتے ہیں کہ کیسے صوفیائے کرامؒ نے جدّ و جہد کی، کیسے مسلمان تاجروں نے تبلیغی کوششیں کیں۔ کس طرح اسلام کے انسانی مساوات کے عقیدہ نے دلوں کو چھو لیا۔

تاریخ کا دور ختم ہوا۔ اب عصرِ حاضر کی باری آتی ہے۔ کیسا نفیس شعر مولانا نے لکھا ہے۔

اے فروغِ دیدہ امکاں بیا
اے سوارِ اشہبِ دوراں بیا

اس باب کو ڈاکٹر صاحب نے بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ کیسے اُسوۂ رسولؐ سامنے تھا کہ حضورؐ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ کا اسلام قبول کیا لیکن لوٹ کا مال قبول نہیں کیا۔ فاتح وہ لوگ تھے جنھوں نے دلوں کو فتح کیا تھا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے بارے میں جو مصرعہ لکھا ہے وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے ؎

جہانے را دگرگوں کرد یک مردِ خود آگاہ ہے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا

بیان آخر میں آتا ہے کہ کس طرح ڈاکٹر اسبیڈکر کو انھوں دعوتِ اسلام دی۔ ہر جگہ پیغمبرِ رحمت کی سنّت کا بیان ہے اور ہر جگہ یہ تلقین۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی ست

ایسے تو پوری کتاب سراسر مغز ہے۔ لیکن علامہ اقبالؔ نے جو پیغام ہر داعی کو دیا ہے اُسے مصنف کتاب "حاصلِ غزل" سمجھ سکتے ہیں اور کتاب کے پڑھنے والے بھی۔ انھوں نے کہا ہے کہ اپنی دعوت کو مؤثر بنانے کے لئے داعی کو چاہیئے کہ تزکیہ نفس اور روحانی قوتوں کے حصول کا پورا اہتمام کرے تاکہ دعوت مخاطب کے دل پر اثر انداز ہو سکے۔ یہ مشورہ کئی صفحوں پر ہے مگر ماحصل یہ ہے کہ خالص عقلی دلیل کارآمد نہیں، اس سلسلے میں امام غزالیؒ نے جو کہا ہے وہ بڑی عبرت کا حامل ہے۔

مجھے یقین ہے کہ صوفیہ ہی اللہ کے راستے کے سالک ہیں۔ اُن کی سیرت بہترین سیرت ہے ان کا طریق سب سے مستقیم اور اُن کے اخلاق سب سے زیادہ تربیت یافتہ اور صحیح ہیں۔ ان کے تمام ظاہری و باطنی حرکات و سکنات مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ ہیں اور نورِ نبوّت سے بڑھ کر روئے زمین پر کوئی نور نہیں۔ علامہ اقبالؔ نے مثالیں دے کر اس نکتہ کو واضح کیا ہے۔ مُرشدانِ کامل کی یہاں میں صرف ایک مثال نقل کروں گا۔ کہ حضرت مولانا نظام الدین بانیِ درسِ نظامیہ جیسے عالمِ وقت نے سید عبدالرزاق بانسویؒ کا دامن پکڑا جو امّی تھے۔ اور دیہاتی لہجہ میں بات کرتے تھے، یہ سب حضرات اس شعر کے مصداق تھے ؎

سرِ دیں ما را خبر اور انظر
او درونِ خانہ ما بیرونِ در

کتاب کے آخری باب دعوتِ اسلامی کے مستقبل ایک خواب ایک آرزو اور نئی منصوبہ بندی کے تحت ہیں۔ یہ پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ آرزوئیں مصنّف کے دل سے اٹھی ہیں۔ اور پڑھنے والوں کے دل میں جگہ پاگئی ہیں۔ بیان کا سلیقہ تعریف سے ماوراء ہے۔

اس تحریر کے لکھنے والے کو اس بات کا اقرار ہے کہ اس کی نظر سے ایسی کتاب نہیں گزری تھی۔ اس کتاب کا چھ مہینہ کے اندر ہی دوسرا ایڈیشن شائع ہوا ہے جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ علمی حلقوں میں اس کی کیسی پذیرائی ہوئی ہے۔ ابھی انشاء اللہ اس کے بہت سے ایڈیشن نکلیں گے ملّتِ اسلامیہ کو خاکستر سے تشبیہ دینا تو مناسب نہیں مگر مصنّف کتاب کو چنگاری سے ضرور تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ انشاء اللہ یہ شعلۂ مستقبل نہ ہوگا۔ میں کتاب کی تعریف کا حق نہیں ادا کر سکا ہوں۔ یہ مضمون لمبا ہو گیا ہے مگر کیا کیا جائے۔

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حُسن تو بسیار
گلچیں بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

حق نہ ادا کر پانے کے لئے اپنے عجز کے اظہار کے ساتھ میں اقبالؔ کے شعر پر اس تحریر کو ختم کرتا ہوں ؎

گماں مبر کہ بپایاں رسید کارِ مغاں
ہزار بادۂ ناخوردہ در رگِ تاک است

(بقیہ)

علمائے سلف کی جرأت حق گوئی

آپ کو شریعت کی پرواہ نہیں

سلطان سکندر لودھی کی شہزادگی کے زمانہ میں ہندو کرو کشیتر کے کنڈ میں آکر اشنان کیا کرتے تھے جو ایک مذہبی میلہ بن گیا تھا۔ سکندر لودھی نے اس کو روک دینے کی کوشش کی اس کے لئے اس نے علماء کی ایک مجلس طلب کی، جس میں ملک العلماء عبد اللہ اجودھنی بھی شریک ہوئے، تمام موجود علماء نے ان کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ ان ہی کی رائے اس بارے میں حرفِ آخر ہے۔ چنانچہ سکندر لودھی، مولانا عبد اللہ اجودھنی کی طرف مخاطب ہوا۔ تو انھوں نے پوچھا کہ "کرو کشیتر کیا چیز ہے؟ کب سے یہ رسم جاری ہے؟ جواب ملا "قدیم رسم ہے"۔ مولانا عبد اللہ نے فتویٰ دیا کہ "کسی قدیم معبد کو تباہ کرنا جائز نہیں ہے"۔ سکندر لودھی نے اس فتویٰ کو اپنی منشاء کے خلاف پایا اور غصہ سے خنجر بکف ہو کر کہنے لگا "یہ جانبدارانہ فتویٰ ہے، میں پہلے تجھے ماروں گا۔ پھر کرو کشیتر کو تباہ کروں گا"۔ مولانا اجودھنی نے بڑی دلیری سے جواب دیا:

"اللہ جل شانہ کے حکم کے بغیر کوئی نہیں مرتا۔ جب کوئی شخص کسی ظالم کے پاس آتا ہے تو وہ اپنی موت کے لئے پہلے سے تیار ہو کر آتا ہے ہر چہ بادا باد۔ آپ نے مجھ سے دریافت کیا میں نے شرعی مسئلہ بیان کردیا۔ اگر آپ کو شریعت کی پرواہ نہیں ہے تو پھر پوچھنے کی حاجت ہی کیا تھی"۔

یہ سن کر سلطان کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا جب مجلس برخاست ہو گئی تو سکندر لودھی نے مولانا سے کہا:

"میاں عبد اللہ! آپ گاہے گاہے مجھ سے ملاقات کرتے رہیں"۔

(واقعاتِ مشتاقی ص٦٦)

(تیسری و آخری قسط)

علمائے سلف کی جرأتِ حق گوئی و بے باکی

از: ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی ندوی

جرأت مندانہ اقدام

اسی سلسلۃ الذہب (حق گو علماء) کی ایک اہم کڑی صحیح مسلم کے شارح امام محی الدین نووی بھی ہیں، جنھوں نے مصر کے نامور ترک فرمانروا الملک الظاہر بیبرس کو باشندگان شام پر مظالم کے سلسلہ میں نہ صرف بڑے جرأتمندانہ خطوط لکھے بلکہ اس سے مل کر بالمشافہ گفتگو بھی کی، ان مکاتیب کا یہاں نقل کرنا موجب طوالت ہے لیکن ذیل میں سلطان سے ان کی ملاقات کا ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے۔

شاہ ظاہر تاتاریوں سے جنگ کرنے کے لئے مصر سے نکلا اور شام پہونچا اس نے وہاں کے علماء سے یہ فتویٰ حاصل کیا کہ اس جنگ کی تیاری کیلئے رعیت کے اموال پر قبضہ کیا جاسکتا ہے جب علماء کا یہ فتویٰ شاہ کے پاس پہونچا تو اس نے دریافت کیا کہ علماء میں سے کوئی باقی تو نہیں رہا۔ لوگوں نے کہا کہ صرف شیخ محی الدین نووی نے دستخط نہیں کئے ہیں۔ چنانچہ شاہ نے امام نووی کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ جب وہ آئے تو ان سے کہا "دوسرے علماء کی طرح آپ بھی دستخط ثبت فرمادیں۔" شیخ نے انکار کیا۔ ظاہر نے پوچھا، آپ دستخط سے انکار کیوں کر رہے ہیں؟" امام نووی نے غنایت جرأت و بیباکی کے ساتھ فرمایا:

"میں جانتا ہوں کہ تم امیر بندقدار کے غلام تھے اور تمہارے پاس کچھ نہ تھا پھر اللہ نے تم پر احسان کیا اور تمہیں بادشاہت عطا کی۔ میں نے سنا ہے کہ تمہارے پاس ایک ہزار غلام ہیں اور ہر غلام کے پاس سونے کا کمربند (BELT) ہے۔ دو سو باندیاں ہیں اور ہر باندی کے پاس زیورات کا ایک بکس ہے جب تم یہ تمام دولت صرف کرلوگے اور تمہارے غلاموں اور باندیوں کے پاس سوت کے کمربند اور معمولی لباس کے سوا کچھ نہ بچے گا تب میں تمہیں فتویٰ دوں گا کہ رعیت کے مال پر ہاتھ ڈالو۔"

یہ سن کر ملک ظاہر غصہ سے بے قابو ہوگیا اور حکم دیا کہ تم میرے شہر دمشق سے فوراً نکل جاؤ۔ امام نووی نے فرمایا: بہتر ہے۔ یہ کہہ کر وہ شام کے ایک گاؤں "نویٰ" میں جاکر مقیم ہوگئے شیخ کے جانے کے بعد دوسرے فقہاء نے بادشاہ سے عرض کیا کہ شیخ محی الدین ہمارے کبار علماء و صلحاء میں شمار ہوتے ہیں اور عوام پر ان کا بہت زیادہ اثر ہے۔ ان کا دمشق سے اس طرح نکل جانا مناسب نہیں ہے یہ سن کر سلطان بیبرس نے امام نووی کی واپسی کا حکم صادر کیا، لیکن جب بادشاہ کا فرمان شیخ موصوف کو ملا تو انھوں نے واپسی سے انکار کردیا اور فرمایا: "جب تک ظاہر دمشق میں موجود ہے میں وہاں نہیں جاسکتا۔ اس واقعہ کے ٹھیک ایک ماہ بعد ظاہر کا انتقال ہوگیا۔

جب سلطان کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

جرأت، بیباکی، حق پرستی اور صاف گوئی کی ایسی بصیرت افروز مثالیں ہندوستان کے اسلامی عہد میں بھی کثرت سے ملتی ہیں، مالوہ اور مانڈو کے سلطان محمود خلجی کا معمول تھا کہ وہ اپنے لباس اور غذا کے لئے خود کوئی کام کرتا تھا وہ وہی چاول گیہوں اور کپڑے استعمال کرتا جو اس کو جائز طریقہ سے حاصل ہوتے تھے، سفر میں لکڑی کے تختوں پر بوئی ہوئی سبزیاں اس کے ساتھ رہتیں۔

ایک بار وہ احمد آباد بیدر پر حملہ آور ہوا جس کا فرمانروا بہمنی خاندان کا نظام شاہ تھا اس حملہ کے بعد احمد آباد کے ایک بزرگ مولانا شمس الدین حق گو کرمانی کی خدمت میں حاضر ہوا، سلطان خلجی نے اس ملاقات کے دوران کہا "میرے پاس ترکاری ختم ہوگئی ہے۔ اس سے بہت پریشانی ہے، لکڑی کے تختوں پر ترکاری پیدا کرتا ہوں مگر وہ شاہی باورچی خانہ کیلئے کافی نہیں ہوتی۔ اگر کسی شخص کے پاس حلال آمدنی سے خریدی ہوئی زمین موجود ہو تو مجھے بتائیے تاکہ میں اس کو اچھی قیمت دے کر سبزیاں خریدوں"۔

یہ سن کر مولانا شمس الدین حق گو نے فرمایا: "اے سلطان! ایسی بات نہ کرو جس کو سن کر تمہارا مذاق اڑایا جائے، مسلمانوں کے ملک میں آکر ان کے مال و اسباب کو تباہ و غارت کرنا ان کے گھروں اور آبادیوں کو ویران کرنا اور اس کے بعد ترکاریوں کی خرید و فروخت میں حلال و حرام کا یہ خیال قابل مضحکہ نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ طرز عمل خدا ترسی سے بہت دور ہے" یہ حق بات سن کر سلطان محمود خلجی کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور اس نے کہا: مولانا آپ بجا فرماتے ہیں"۔ (تاریخ فرشتہ ۲۴۶/۱)

(باقی ص ۲۳ پر)

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے

نذر الحفیظ ندوی

لندن کے مشہور اخبار "لندن ٹائمس" نے ۹ر نومبر ۱۹۹۳ء میں ایک رپورٹ شائع کی تھی جس کی ایک سرخی یہ تھی کہ مغربی میڈیا کی معاندانہ روش کے باوجود اسلام مغربی دلوں کو فتح کر رہا ہے۔ اس مضمون میں کہا گیا ہے کہ جس بھاری تعداد میں برطانوی باشندے آج کل اسلام قبول کر رہے ہیں اس کی کوئی نظیر ماضی میں نہیں ملتی۔ اور اندازہ یہ ہے کہ آئندہ بیس سال میں برطانوی نومسلموں کی تعداد ان مسلمانوں سے زیادہ ہو جائے گی، جو دوسرے ملکوں سے آکر وہاں آباد ہو رہے ہیں۔

لندن ٹائمس کی اس رپورٹ کے مطابق دلچسپ بات یہ ہے کہ ان نومسلموں میں خواتین کی تعداد مردوں کے مقابلے میں چار گنا زیادہ ہے۔ اخبار لکھتا ہے کہ یہ بھی ستم ظریفی کی بات ہے کہ اکثر برطانوی نومسلم عورتیں ہیں۔ حالانکہ مغرب میں یہ تنظریہ وسیع پیمانہ پر پھیلا ہوا ہے کہ اسلام عورتوں سے گھٹیا سلوک کرتا ہے۔

لندن ٹائمس کے اس شمارے میں بہت سی خواتین کے انٹرویو بھی شائع ہوئے ہیں جو برطانوی نژاد ہیں اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ اور انھوں نے بصیرت کے ساتھ اسلام قبول کیا ہے۔ متعدد انٹرویو کو نقل کرنے کے بعد اخبار لکھتا ہے کہ بہت سی نومسلم خواتین نے اسلام اور مغرب کا تقابل کرتے ہوئے یہ تبصرہ کیا کہ اسلام میں عورت کو زیادہ تقدیس اور عظمت حاصل ہے جو مغربی عورتوں کو حاصل نہیں۔ ان کے نزدیک مغرب کی "تحریک آزادیٔ نسواں" کا اس کے سوا کوئی نتیجہ نہیں کہ عورت دوہرے بوجھ تلے دب گئی (۱)

ان دو اخباروں کی رپورٹوں سے ہلکا سا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ہم مسلمانوں کی بے عملی کے باوجود اللہ تعالیٰ پردۂ غیب سے کس طرح اشاعتِ اسلام کے اسباب پیدا فرما رہے ہیں۔

فرانس کے مختلف شہروں کے بارے میں فرانسیسی وزارت داخلہ کی جو رپورٹ شائع ہوئی ہے اس کی تصدیق وہاں کی مسلم تنظیموں نے بھی کی ہے۔

فرانس میں پندرہ سال کے اندر دس ہزار فرانسیسی باشندوں نے اسلام قبول کیا۔ اس میں خواتین کا تناسب ۶۷ فیصدی ہے باقی مرد ہیں۔ ان میں سائنسداں، انجینئر، صحافی، سفارت کار، مبلغ پادری، دانشور، مفکر، پروفیسر ادیب، وزیر، ماہر نفسیات، فلم اسٹار اور فوجی افسران شامل ہیں، ریاض سعودی عرب سے شائع ہونے والے رسالہ "الدعوۃ" کی ایک رپورٹ سے یہ دلچسپ انکشاف ہوتا ہے کہ فرانسیسی وزارت داخلہ نے اپنی ایک رپورٹ میں اس کا اعتراف کیا ہے کہ جس محلہ میں مسلمان مساجد تعمیر کرتے ہیں وہاں جرائم حیرت انگیز حد تک کم ہوجاتے ہیں فرانس کے ایک صنعتی شہر میں مقیم مسلمانوں نے وہاں کی کارپوریشن سے مسجد تعمیر کرنے کی اجازت طلب کی لیکن شہر کے میئر نے درخواست مسترد کردی، چار سال تک یہ درخواستیں مسترد ہوتی رہیں۔ اس صورتحال کو دیکھ کر مسلمانوں نے ایک تجارتی کمپلکس تعمیر کرکے ایک بڑے ہال میں نماز شروع کردی، فرانسیسی خفیہ پولیس نے وزارت داخلہ کو رپورٹ دی کہ جب سے مسلمانوں نے یہاں نماز شروع کی ہے اس وقت سے اس علاقہ میں جرائم کم ہوگئے ہیں۔ فرانسیسی وزارت داخلہ نے اس بنیاد پر ان تمام محلوں میں ہونے والے جرائم کا سروے کرایا جہاں مسجدیں ہیں رپورٹ نے یہ انکشاف کیا کہ عام طور سے مساجد کی تعمیر کے بعد جرائم میں حیرت انگیز کمی آگئی۔ کیوں؟ اس کی وجہ ہمیں نہیں معلوم اس رپورٹ کو بنیاد بناکر فرانسیسی وزارت داخلہ نے مساجد کی تعمیر کی عام اجازت دے دی (۱) اور سرکاری سطح پر اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ فرانس اور یورپی ممالک جرائم

---

(۱) تازہ اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ برطانیہ میں آٹھ سال کے اندر دس ہزار برطانوی باشندوں نے اسلام قبول کیا، اس میں خواتین کا تناسب ۶۲ فیصدی ہے۔

(۱) لیکن ہماری حکومت کو مساجد کی تعمیر میں آئی ایس آئی کا ہاتھ دکھائی دیتا ہے اور ان مساجد کے منارے بندوق کی طرح نظر آتے ہیں
یَحْسَبُونَ کُلَّ صَیْحَۃٍ عَلَیْھِمْ

پر قابو پانے کیلئے کروڑوں ڈالر خرچ کرتے ہیں پھر بھی وہ ناکام رہے ہیں۔ اس رپورٹ کے بعد ہی فرانسیسی جیلوں کی انتظامیہ نے مسلمان داعیوں کو جیلوں میں محبوس قیدیوں کی اصلاح کیلئے مدعو کرنا شروع کردیا۔ اس کے نتائج بھی بہت جلد سامنے آنے لگے، دوسری طرف فرانسیسی مسلمانوں نے اپنے بچوں کی تعلیمی ترقی کے لئے ایسا نظام بنایا کہ وہ تعلیم کے میدانوں میں ممتاز نمبرات سے پاس ہونے لگے اور اہم کلیدی عہدوں پر ان کو متعین کیا جانے لگا۔(۱)

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰى أَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ

ابھی حال ہی میں لندن میں احمد عبدالرحمٰن نامی ایک داعی نے ایک ڈاکومنٹری فلم تیار کی ہے جس میں انھوں نے سینتالیس نومسلموں سے سوالات کئے ہیں کہ ان کے قبول اسلام کی وجہ کیا ہوئی۔ اس فلم میں سولہ امریکی اور یورپی ملکوں کے نومسلموں کی انٹرویو تفصیل سے پیش کیا گیا ہے۔

فلم کے پہلے حصے میں بتایا گیا ہے کہ عام طور پر مغربی ممالک میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کیا شبہات پائے جاتے ہیں مغربی میڈیا کس طرح اپنی ساری توانائی کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مرکوز کردیتا ہے۔ لیکن اتنی شدید عداوت و مخالفت کے باوجود اسلام کیوں پھیل رہا ہے اور بغیر کسی حکومتی سرپرستی اور ادنیٰ ترغیب و تشویق کے لوگ کیوں اسلام قبول کر رہے ہیں، اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے ایک برطانوی سابق سفیر نے۔ جس نے قبول اسلام کے بعد اپنا نام حسن رکھا۔ لکھا ہے کہ "مجھے یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوتی تھی کہ اتنی شدید مخالفت اور عداوت کے باوجود آخر لوگ اسلام کیوں قبول کرتے ہیں۔ اس مذہب میں آخر کونسی ایسی کشش ہے کہ لوگ خود بخود اس کی طرف بے اختیار کھنچتے چلے جاتے ہیں اس سوال پر غور کرنے سے مجھے یہی جواب ملا کہ اسلام ہی وہ آخری مذہب ہے جو تمام انسانوں کی ہدایت اور ان کی حقیقی کامیابی کا ضامن ہے یہ مذہب چونکہ انسانی فطرت سے ہم آہنگ ہے اور انسانی مشکلات و مسائل سے وہ آنکھیں بند نہیں کرتا بلکہ ان کا صحیح حل پیش کرتا ہے، مضطرب اور بے چین انسانوں کو ذہنی اور قلبی سکون و اطمینان عطا کرتا ہے اس لئے لوگ اگر کثرت سے اس کو قبول کر رہے ہیں تو اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں۔۔۔۔

سابق برطانوی سفیر نے مسلم اور غیر مسلم ممالک میں قیام کے دوران جو بنیادی فرق محسوس کیا وہ ان کے الفاظ میں یہ تھا کہ مسلم ممالک میں ہم نے عام طور پر امن وامان پایا۔ مسلم سوسائٹی کو بھی مطمئن اور مسرور دیکھا۔ اس کے برعکس غیر مسلم ملکوں میں عام طور سے ہم کو لوگوں کے چہروں پر غم اور رنج کی پرچھائیں نظر آئی۔ ایک سابق فرانسیسی سفیر نے بھی جنھوں نے سعودی عرب، کویت اور عرب امارات میں خاصا وقت گذارا ہے۔ ایسے ہی تاثرات ظاہر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میں ریاض اور جدہ میں تنہا بغیر کسی محافظ کے گھومتا تھا، ہزاروں ڈالر ہماری جیب میں ہوتے، ہماری قیام گاہ کے دروازے بھی عام طور سے کھلے رہتے کبھی کوئی چوری نہیں ہوئی نہ کسی نے خرید و فروخت میں ہمیں دھوکہ دیا۔ ناواقفیت میں ہم نے زیادہ پیسے دیدیئے۔ جو دوکاندار نے واپس کر دیئے، جب ہم واپس پیرس پہونچے تو پہلے ہی دن جیب کتروں نے ایئرپورٹ پر ہماری جیب سے پیسے اُڑا لئے دوسرے دن ہماری بیوی کا پرس چُرا لیا تیسرے ہفتے ہمارے فلیٹ میں چوری ہوگئی ہم نے تھوڑے سے غور و فکر اور اسلام کے مطالعہ کے بعد اسلام قبول کرلیا اس لئے کہ مسیحیت ایک بے جان لاشہ ہے، زندگی سے اس کا کوئی ربط و تعلق نہیں۔ اس کی واضح دلیل اگر آپ چاہتے ہیں تو ان لوگوں کو دیکھئے جو پابندی سے گرجا گھروں کو جاتے ہیں، فرانس میں صرف چار فیصدی لوگ اتوار کو گرجا گھر جاتے ہیں، جرمنی میں چھ فیصدی لوگ اور برطانیہ میں سات فیصدی لیکن مسلمان ہر روز اپنی مسجدوں میں پانچ وقت جاتے ہیں اور ہر جگہ نمازیوں کا تناسب ساٹھ ستر فیصدی سے زیادہ ہے۔ دوسری بنیادی خصوصیت مسلمانوں کی یہ ہے کہ اپنے مذہب سے ان کا زندہ تعلق ہے۔ اور اسلام ان کی چوبیس گھنٹے کی زندگی میں بڑی حد تک دخیل ہے ہم نے مغربی ملکوں کے لوگوں کو نجی مجلسوں میں عام طور سے یہ کہتے ہوئے سُنا کہ مسیحیت پر سے

(۱) امریکی صدر کلنٹن کے حالیہ دورے میں ان کے ہمراہ ماہرین کی جو ٹیم آئی تھی ان میں پانچ مسلمان تھے۔ ایک امریکی وزارت زراعت کے ماہر دوسرے صدر کلنٹن کی تقریر لکھنے والے تیسرے امریکی سفیر، چوتھے مالیاتی مشیر، پانچویں ایک خاتون تھیں۔

ہم لوگوں کا اعتماد اٹھ گیا ہے، ہمارے مسیحی مبلغین ہر طرح کی مالی اور اخلاقی جرائم کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

اس ڈاکومنٹری فلم میں اسلام قبول کرنے والوں نے قبول اسلام کی جو وجہ بتائی ہے اس میں قدر مشترک سب کی نظر میں یہی ہے کہ تنہا اسلام ہی وہ زندہ مذہب ہے جو پوری انسانیت کو ہلاکت و بربادی سے بچا سکتا ہے۔ آکسفورڈ میں اسلامک سینٹر کے ڈاکٹر گراہم کا کہنا ہے کہ اب اسلام مشرق و مغرب کا قضیہ نہیں رہا۔ وہ ایک مکمل معاشرہ کا داعی ہے۔ اسلام توحید کا سب سے بڑا داعی ہے۔

برطانی شہر ویلز کے ایک سابق مسیحی مبلغ کہتے ہیں کہ میں اسلام قبول کرنے سے پہلے ایک متعصب مسیحی تھا، یہودیوں سے مجھے اتنی زبردست ہمدردی تھی کہ ان کی مدد کے لئے میں اسرائیل گیا، یہودیوں اور فلسطینی مسلمانوں سے میل جول کے بعد چند ہی دنوں میں مجھے اندازہ ہوگیا کہ مسلمان مظلوم ہیں، ان کی زمین یہودیوں نے غصب کی ہے، یہودی بڑے ظالم، قسی القلب اور متکبر ہیں، بداخلاق ہیں، انسانیت سے قطعی عاری ہیں، مکر و فریب سے ان کی پوری زندگی عبارت ہے۔ اس کے برعکس مسلمانوں کو ہم نے اخلاقی لحاظ سے بہت بلند پایا۔ اسرائیل سے دوسرے ہی ہفتہ میں واپس آگیا۔ میں نے اسلام اور مسلمانوں سے متعلق پڑھنا شروع کیا تو اندازہ ہوا کہ مغربی میڈیا نے کس طرح ہمارے ذہنوں کو مسموم کردیا تھا۔ ایک ماہ بعد ہم نے اسلام قبول کرلیا۔

فلم کے ایک حصہ میں بتایا گیا ہے کہ عام طور پر اسلام قبول کرنے والوں کی زندگی یکسر تبدیل ہوگئی۔ خصوصاً مغربی ماحول کی پروردہ خواتین نے اسلام کی عائد کردہ پابندیوں کو بڑی خوشی سے قبول کرلیا۔ اس لئے کہ جرمن خاتون حناء کے بقول اسلام نے خواتین کو جو حقوق دیئے ہیں وہ کسی مذہب نے نہیں دیئے۔ اسلام میں خاندان کا شیرازہ یکجا رہتا ہے بلجیم کی نومسلمہ رابعہ کہتی ہیں کہ مسلمان خاندانوں میں خواتین کا بڑا احترام کیا جاتا ہے، جیسے جیسے اس کی عمر بڑھتی ہے ماں اور دادی کی حیثیت سے اس کا احترام اور تقدیس میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اسلام کی بنیادی خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے ایک سابق فرانسیسی مسیحی مبلغہ نے بتایا کہ جب ہم نماز میں ہوتے ہیں تو براہ راست اپنے خالق سے ہم کلام ہوتے ہیں، ہمارے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہوتا جیسا کہ مسیحی مذہب میں پادری واسطہ ہوتا ہے امریکی نومسلمہ عائشہ صوفیا کہتی ہیں کہ اسلام میں قضا و قدر پر ایمان لانا ایسی خوبی ہے کہ مغربی لوگ اگر اس پر ایمان لے آئیں تو ان کے تمام عقلی، قلبی اور اعصابی امراض کا یکسر خاتمہ ہو جائے۔ ایک دوسرے نومسلم نے (جو یہودی تھے اور فری میسن تنظیم نے اپنی سرگرم جد و جہد کی وجہ سے اس کے خاص معتمد علیہ اور ممتاز ارکان میں ان کا شمار ہونے لگا تھا) اسلام قبول کرنے کے بعد اپنا نام رکن الدین رکھا۔ انھوں نے قرآن مجید کے متعلق اپنے تاثرات ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ جب میں نے پہلی بار قرآن مجید پڑھا تو وہ معجزہ معلوم ہوا۔ اس کا نور میرے قلب میں داخل ہوگیا۔ اور مجھے زندگی میں پہلی بار سکون محسوس ہوا۔ اور یہی احساس میرے قبول اسلام کا سبب بنا۔ جو شخص بھی قلبی سکون کا متلاشی ہو اس کو میں قرآن مجید پڑھنے کی دعوت دیتا ہوں۔ جو شخص ایک بار بھی قرآن مجید پڑھے گا وہ اس بات سے انکار نہیں کرسکے گا۔ کہ قرآن کلام اللہ ہے۔ میں نے ذہنی سکون کی تلاش میں دنیا بھر کے چکر لگائے اور لاکھوں ڈالر خرچ کئے لیکن قرآن مجید نے مجھے جو دولت عطا کی اس کی کوئی قیمت نہیں لگا سکتا میری زندگی قرآن مجید پڑھنے سے یکسر تبدیل ہوگئی

(باقی ص ۱۵ پر)

قنوج کے قدیم مشہور و معروف کارخانہ سے تیار کردہ خوشبودار عمدہ و اعلیٰ عطریات "شمامۃ العنبر، عطر گلاب، روح خس، عطر موتیا، عطر حنا، عطر گل، عطر کیوڑہ اس کے علاوہ فرحت بخش، دیرپا خوشبو ہول سیل ریٹ پر ملتے ہیں۔
ایک بار آزما کر خدمت کا موقع دیں۔
فون: ۲۴۴۴۵
محمد یٰسین محمد یامین تاجران عطر
ایکسپورٹر اینڈ امپورٹر۔ قنوج۔ یوپی
آئیڈیل پرفیوم سینٹر (پرائیوٹ لمیٹڈ) قنوج

سوال و جواب

محمد طارق ندوی

س:۔ مرد کن دھاتوں کی انگوٹھی پہن سکتا ہے۔

ج:۔ ہر مرد چاندی کے علاوہ کسی دھات کی انگوٹھی نہیں پہن سکتا ہے۔

س:۔ ٹرین، بس، وغیرہ کی دیواریں لکڑی لوہے اور پلاسٹک کی ہوتی ہیں کیا حالت سفر میں ان پر تیمم کرنا درست ہے؟

ج:۔ اگر ان دیواروں پر گرد و غبار جما ہو لے تو ان پر تیمم کرنا درست ہے، اگر ایسا نہیں تو درست نہیں ہے۔

س:۔ اگر کسی شخص نے سجدۂ تلاوت میں قہقہہ لگایا تو وضو ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

ج:۔ صورت مسؤلہ میں سجدۂ تلاوت تو معتبر نہ ہوگا لیکن وضو نہیں ٹوٹے گا۔

س:۔ کیا حالت رکوع میں عورت و مرد میں کچھ فرق رہے گا؟

ج:۔ عورت رکوع میں مردوں کی طرح پشت کو برابر نہ کرے بلکہ کچھ جھکے زیادہ نہ جھکے اور ہاتھوں کی انگلیوں کو ملا کر گھٹنوں پر رکھے، مردوں کی طرح انگلیاں کھول کر گھٹنے نہ پکڑے اور گھٹنوں کو قدرے جھکائے اور کہنیوں کو پہلوؤں سے ملائے۔

س:۔ اگر کوئی شخص رشوت اور سود کے ذریعہ حاصل کی گئی ناجائز اور حرام دولت سے مسجد تعمیر کرے تو کیا اس مسجد کا شمار بھی صدقہ جاریہ میں ہوگا؟

ج:۔ رشوت اور سود کو صدقہ جاریہ سمجھنا کفر ہے حرام کی کمائی سے کوئی بھی عبادت کی جائے وہ قبول نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ کرنے والے کے لئے موجب لعنت ہوتی ہے۔

س:۔ ایک شخص بینک میں کام کرتا ہے اس کی امامت کیسی ہے؟

ج:۔ مذکورہ امام کی امامت مکروہ تحریمی ہے،

س:۔ نماز تہجد مع الجماعت پڑھنا کیسا ہے؟

ج:۔ نماز تہجد الگ الگ ادا کرے باجماعت ادا کرنا مکروہ ہے۔ اگر کبھی بلا کسی اہتمام کے جمع ہو جائیں اور جماعت سے پڑھ لیں تو اس صورت میں مکروہ نہیں ہے۔

س:۔ کیا مقتدی صف میں جگہ ہونے کے باوجود پیچھے کھڑا ہو سکتا ہے؟

ج:۔ مقتدی کو صف میں جگہ ہونے کے باوجود پیچھے نہیں کھڑا ہونا چاہئے۔ جگہ ہونے کی صورت میں پیچھے کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ اگر جگہ نہ ہو تو مفتی بہ قول یہ ہے کہ تنہا کھڑا ہونا مکروہ نہیں ہے، لیکن اولیٰ یہ ہے کہ اگلی صف سے ایک شخص کو لیکر اپنے ساتھ کھڑا کر لے مگر اس شخص کو اس مسئلہ سے واقفیت ہو ایسا نہ ہو کہ وہ اپنی نماز فاسد کر بیٹھے۔

س:۔ ایک باوضو شخص نے سگریٹ پی تو کیا اس پر نماز پڑھنے کے لئے دوبارہ وضو کرنا ہوگا؟

ج:۔ سگریٹ نوشی سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے۔ البتہ منھ کی بدبو پوری طرح دور کرنا لازمی ہے۔

مولانا ولی اعظم ندوی انتقال فرما گئے

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ اور موجودہ ناظم ندوۃ العلماء مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کے عقیدتمند، دارالعلوم کے اساتذہ اور دیگر احباب سے مخلصانہ ربط، ندوۃ العلماء کے ہر جلسہ کے انتظامی اور دیگر کاموں سے دلچسپی رکھنے والے اور مادرِ علمی کی ہر خدمت کے لئے جوان کی استطاعت میں ہوتی ہمہ تن تیار رہنے والے مولانا ولی اعظم ندوی کا طویل علالت کے بعد ۲۵ رمئی سنہ ۲۰۰۱ء کو انتقال ہو گیا۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مولانا بڑے ملنسار و خوش گفتار تھے، دوسروں کی خدمت میں ان کو مزا آتا تھا۔ دینی کاموں خصوصاً تعلیمی امور میں خاموشی کے ساتھ حصہ لیتے، نماز جنازہ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں طلبہ و اساتذہ نیز شہر کے لوگوں کی بڑی تعداد نے بعد نماز ظہر پڑھی، عیش باغ قبرستان میں تدفین عمل میں آئی، نماز جنازہ کی امامت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ نے کی۔

پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹے اور ایک بیٹی ہیں، اللہ تعالیٰ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی نگہبانی فرمائے۔

قارئین کرام سے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کی درخواست ہے

(ادارہ)

مطالعہ کی میز

● محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

نام کتاب: خطبات اکابر

مرتب: مولانا شکیل احمد رشادی قاسمی

صفحات: ۶۴، سائز $\frac{۲۲\times۱۸}{۸}$ خوبصورت ٹائٹل عمدہ کاغذ، بہترین کمپوزنگ۔ قیمت =/۱۵ روپئے

ملنے کا پتہ:۔ مکتبہ شکیل ۵۴ کے کے اسٹریٹ السور بنگلور ۸

یہ کتاب چھ علمائے دین کے گرانقدر دینی و اصلاحی خطبات کا گلدستہ ہے جس میں مراتبِ علم، کلمۂ طیبہ کے تقاضے، ایمان و عمل صالح، پاکیزہ زندگی، ایمان کی طاقت، دعوت کی اہمیت مقصدِ حیات کے عنوانات پر مفتی محمود حسن گنگوہیؒ، قاری ظہیر احمد صاحبؒ، مولانا محمد عمر پالنپوریؒ، مولانا زین العابدین، مولانا سعید احمد خاں مکیؒ اور مولانا محمد تقی عثمانی صاحب نے نہایت آسان اور عام فہم انداز میں روشنی ڈالی ہے۔

یہ کتاب عوام و خواص سب کے لئے مفید ہے۔

نام کتاب: اصلاح

مصنف: عبداللہ صدیقی

صفحات: ۵۶، سائز $\frac{۲۲\times۱۸}{۸}$، قیمت =/۱۰ روپئے

ملنے کا پتہ:۔ ادارہ اسلامی فکر، دبیر پورہ حیدرآباد

آج کل ہمارے دینی اداروں اور دعوتی حلقوں میں معروفات (نیک کام کرنے) پر زیادہ زور دیا جاتا ہے اور منکرات (برائیوں) سے بچنے کی تلقین کم کی جاتی ہے جبکہ قرآن کریم اور حدیث شریف میں (امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) دونوں ہی کا برابر حکم دیا گیا ہے۔ یہ ایک کمی ہے جس کی وجہ سے تعلیم و تربیت اور دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں تمام قسم کی محنتیں ہونے کے باوجود جو نتیجہ نکلنا چاہیئے وہ نہیں نکل رہا ہے۔

زیر نظر کتاب میں ہمارے دینی و دعوتی امور میں اس قسم کی بعض کمیوں اور خامیوں پر توجہ دلائی گئی ہے، کتاب مفید ہے اور پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے، البتہ کتاب کی ترتیب اور طرز تحریر علمی و ادبی نہیں ہے، اور بہت سی جگہوں پر پروف کی غلطیاں ہیں نیز فہرست عناوین، مقدمہ، اور تعارفی پیش لفظ سے کتاب خالی ہے۔ اگر آئندہ ایڈیشن میں ان تمام خامیوں کو دور کرنے کی کوشش کی جائے تو بہتر ہوگا۔

نام رسالہ: ماہنامہ اچھا ساتھی

اڈیٹر: مولانا سراج الدین ندوی

صفحات: ۶۸، ڈیمائی سائز، عمدہ کتابت، روشن طباعت، سالانہ زر تعاون =/۱۰۰ روپئے فی شمارہ =/۹ روپئے۔

ملنے کا پتہ:۔ ماہنامہ اچھا ساتھی سرکڑا، بجنور (یوپی) ۲۴۶۷۶۹

بچپن ہی سے بچوں کی تعلیم و تربیت پر دھیان دینا اور ان کو اچھے اخلاق و آداب سے آراستہ کرنا والدین کی اہم ذمہ داری ہے، انھیں جہاں اچھے اساتذہ اور مفید درسی کتابوں کے ذریعہ تعلیم دلانا ضروری ہے وہیں ان کی ذہنی دلچسپی اور تربیت کے لئے آسان غیر درسی کتابیں اور مفید اسلامی رسالے بھی پڑھوانا چاہیئے۔

مولانا سراج الدین ندوی صاحب لائق مبارکباد ہیں کہ وہ بچوں کی ذہنی دلچسپی اور تربیت کے لئے ماہنامہ "اچھا ساتھی" کے نام سے ایک رسالہ سات سال سے ہر ماہ شائع کر رہے ہیں، جس میں بچوں کی عمر میں ان کے معیار کے مطابق مختصر اور آسان دینی مضامین، سبق آموز کہانیاں، پاکیزہ و بامقصد منظومات، گدگدانے والے لطائف، انعامی مقابلے، بچوں کی تحریریں، دلچسپ مشغلے اور بہت سے مفید کالم ہوتے ہیں۔

اگر یہ رسالہ ہر مسلمان گھر میں پہنچے گا تو یقیناً بچوں کے اندر اسلامی رجحان پیدا ہوگا اور ان کا اسلامی شعور بیدار ہوگا۔

امید ہے کہ اپنے بچوں کے لئے روشن مستقبل کے خواہاں والدین اس رسالہ کو ضرور جاری کرائیں گے۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

(بقیہ) پوری زندگی عبادت ہے

لیکن اسلام نے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بالکل پلٹ دیا، اور پوری زندگی کو اللہ کی اطاعت اور اللہ کی عبودیت میں ڈھال دیا، اور اللہ کی عبودیت میں پوری زندگی کو تحلیل کر دیا، کہ اب سب کچھ اللہ کا ہے۔ غیر اللہ کا کچھ نہیں، بے شک تمہیں کھانے پینے کی آزادی حدود کے اندر کہ "قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ" کھاؤ پیو، حلال و پاک چیزیں، لیکن جو کام کرو، اول تو اللہ کے احکام دیکھ کر کے کرو، پھر اللہ کی رضامندی کی نیت کر کے کرو، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ساری زندگی عبادت بن جائے گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت صاف لفظوں میں کہا "اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" کہ میری "صلوٰۃ" (جو عبادت کا سب سے بڑا نمائندہ ہے) میری بندگی، میرا زہد، میری قربانی، میری زندگی اور موت سب اللہ کے لئے ہے۔

یہ بہت بڑی چیز ہے، پوری زندگی کے لئے کافی ہے، کہ جن کی زندگی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبودیت میں اور اپنی محبوبیت میں ڈھال دیا تھا، بالکل اس کو خالص عبادت ہی بنا دیا تھا، وہ اللہ کا برگزیدہ بندہ کہہ رہا ہے۔ پھر اس کی زبان سے کہلوایا گیا قرآن مجید میں تاکہ قیامت تک کے مسلمان اس کو پڑھیں، اور اس کو اپنے لئے مشعل ہدایت بنائیں۔

کہ کہہ دیجئے (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) "اِنَّ صَلَاتِيْ" میری نماز، میری عبادت، "وَ نُسُكِيْ" میری قربانی۔

"نُسُك" کا لفظ بھی بہت وسیع ہے، میرا زہد، میرا تقویٰ، میرا کسی چیز کو چھوڑ دینا، اور نہ کرنا، اور میری قربانی، "وَمَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ" جینا اور مرنا، "لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" سب اللہ کے لئے ہے۔

کون سا اللہ؟ اور میں کیوں یہ کرتا ہوں؟ "لَا شَرِيْكَ لَهٗ" کوئی شریک نہیں اس کا، تو کسی عبادت میں کوئی شریک نہ ہونا چاہئے "لَا شَرِيْكَ لَهٗ" یہاں ایک نگینہ کی طرح آ گیا ہے، کہ نماز، روزہ اور کھانے پینے کو کیوں اللہ کے سپرد کرتا ہوں، اس لئے اس کا کوئی شریک ہی نہیں، اگر کوئی شریک ہوتا تو میں کہتا، کہ نماز اللہ کی گا ور کھانا دوسرے کا، لیکن جب اس کا کوئی شریک ہے ہی نہیں، حقیقت میں اس کا وجود ہی نہیں ہے، تو اپنی کوئی چیز دوسرے کو کیوں دوں، سب اللہ کا ہے، پھر جب وہ وحدہٗ لاشریک ہے تو میری زندگی بھی ایک اکائی ہونی چاہئے، میری زندگی بھی اکائیوں میں تقسیم نہ ہونی چاہئے، اور اگر زندگی سب رضائے الٰہی کے لئے ہو جائے تو وہ ایک اکائی بن جاتی ہے، اور وہ ایک اکائی ہے...... بندگی!

"لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ" فرماتے ہیں کہ مجھے اسی کا حکم دیا گیا، اور میں پہلا اس کو ماننے والا ہوں اور پہلا سر جھکا دینے والا ہوں۔

یہ آیات بہت جامع ہیں اور اپنے اندر زندگی کا پورا دستور العمل رکھتی ہیں، اور قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے مشعل ہدایت ہیں!

(قرآنی افادات ص ۱۵۷ تا ۱۶۱)

نعت پاک

تسنیم فاروقی

دنیا کا کوئی زور چلا ہے نہ چلے گا
سرکار کا دامن نہ چھٹا ہے نہ چھٹے گا

ہوتی ہے شب و روز کی تشکیل یہیں سے
گنبد نہ کوئی ایسا بنا ہے نہ بنے گا

ہلچل ہے فرشتوں میں کہ آتے ہیں محمدؐ
عرش ایسا کبھی اور سجا ہے نہ سجے گا

ہجرت کا سویرا تھا کہ جاگ اٹھے دو عالم
دنیا میں گجر ایسا بجا ہے نہ بجے گا

ہم گنبد خضرا کی قسم کھائے ہوئے ہیں
سر اپنا کہیں اور جھکا ہے نہ جھکے گا

ہیں دونوں جہاں اس کے اجالے سے منور
دھرتی پہ چراغ ایسا جلا ہے نہ جلے گا

یہ شہر حرم شہر حرم شہر حرم ہے
شہر ایسا کوئی اور بسا ہے نہ بسے گا

صدیقؓ کو معراج کے منظر میں پرکھئے
سچ ایسا کسی نے نہ کہا ہے نہ کہے گا

طوفان بھی مجبور تھے تعمیل عمرؓ میں
خط یوں کسی حاکم نے لکھا ہے نہ لکھے گا

عثمانؓ کو اک تاج عطا ہوگا خدا سے
سر ایسے کسی کا نہ کٹا ہے نہ کٹے گا

اسلام کے لشکر کا جری ہو کہ ہو فاتح
حیدرؓ سے شجاعت میں بڑھا ہے نہ بڑھے گا

جاتا ہے بہت دور کوئی اس کا جتن کر
تسنیم یہاں کوئی رہا ہے نہ رہے گا

رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

کا

سنگِ بُنیاد

دینی اور عصری تعلیم کے میدان میں دار العلوم ندوۃ العلماء کی خدمات محتاج تعارف نہیں اس نے اپنے قیام کے روز اول سے لیکر اب تک گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے دور نظامت میں اس نے ایک عظیم اسلامی مرکز کی حیثیت حاصل کی نیز اس کے کارکنان اساتذہ اور طلباء اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت کیلئے حتی الوسع برابر کوشاں ہیں۔

دار العلوم ندوۃ العلماء میں ہند و بیرون ہند کے طلباء کی ایک بڑی تعداد زیر تعلیم ہے اور ان کی تعداد میں برابر غیر معمولی اضافہ اور قیام گاہوں کی تنگی کے پیش نظر معہد دار العلوم (جس میں ثانوی درجات کے طلباء کو تعلیم دی جاتی ہے) دو سال قبل دار العلوم ندوۃ العلماء سے دس کیلومیٹر کے فاصلے پر واقع سکروری (ہردوئی روڈ) لکھنؤ میں ایک وسیع آراضی حاصل کرکے درسگاہوں (درجات) کی تعمیر کرنے کے بعد منتقل کر دیا گیا تھا جس میں ابتدائی درجات کی تعلیم سے ثانوی درجات کی تعلیم تک کا معقول بندوبست ہے۔

لیکن طلباء کیلئے دار الاقامہ کے نہ ہونے کی وجہ سے ایک بڑی کمی محسوس ہو رہی تھی اور جو معہد کی ایک بڑی ضرورت تھی۔

الحمد للہ اس اہم ضرورت کے پیش نظر دار العلوم ندوۃ العلماء کے عظیم محسن اور مربی مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ (سابق ناظم ندوۃ العلماء) کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب "رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ" کا سنگ بنیاد حضرت مولانا عبد اللہ عباس ندوی مدظلہ معتمد تعلیم دار العلوم ندوۃ العلماء نے اپنے دست مبارک سے مورخہ ۲۷ر جولائی ۲۰۰۰ء کو رکھا۔

معہد دار العلوم ندوۃ العلماء واقع سکروری (ہردوئی روڈ) لکھنؤ کی یہ عمارت چالیس کشادہ کمروں پر مشتمل ہوگی جس کے ہر کمرہ میں دس طلباء سہولت کے ساتھ قیام کر سکیں گے اس کے علاوہ چار نگراں حضرات کیلئے قیام کا بھی بندوبست ہوگا۔ اس طرح "رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ" کی پوری عمارت میں چار سو طلباء اور چار نگراں حضرات کے لئے رہائش کی سہولت ہوگی۔

بفضلہ تعالیٰ "رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ" کی عمارت کی تعمیر بڑی تیزی کے ساتھ جاری ہے، لیکن موجودہ ہوش ربا گرانی میں تعمیری کاموں بھی ہر اگلے دن میٹریل کا دام اور لیبر چارج بڑھتا جا رہا ہے اور کام بڑا ہے۔

اہل خیر حضرات جن کو اللہ تعالیٰ نے نوازا ہے ان سے امید کی جاتی ہے کہ اس دار الاقامہ کی تعمیر میں دل کھول کر حصہ لیں گے۔ اور اپنے مرحومین کے نام سے کمرے بنوائیں گے یا کسی ایک حصہ کی تکمیل کا بار اٹھا کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔

(ادارہ)

نوٹ :- چیک یا ڈرافٹ ناظم ندوۃ العلماء کے نام بنائیں۔

NAZIM NADWATUL ULAMA

منی آرڈر اور مرسلہ رقم جس مد کی ہو اس کی صراحت ضرور کریں اور ذیل کے پتہ پر روانہ فرمائیں

ناظم
ندوۃ العلماء پوسٹ بکس ۹۳
ندوہ لکھنؤ ۲۲۶۰۰۷

NAZIM
NADWATULULAMA
P.B.NO. 93-NADWA
LUCKNOW- 226007